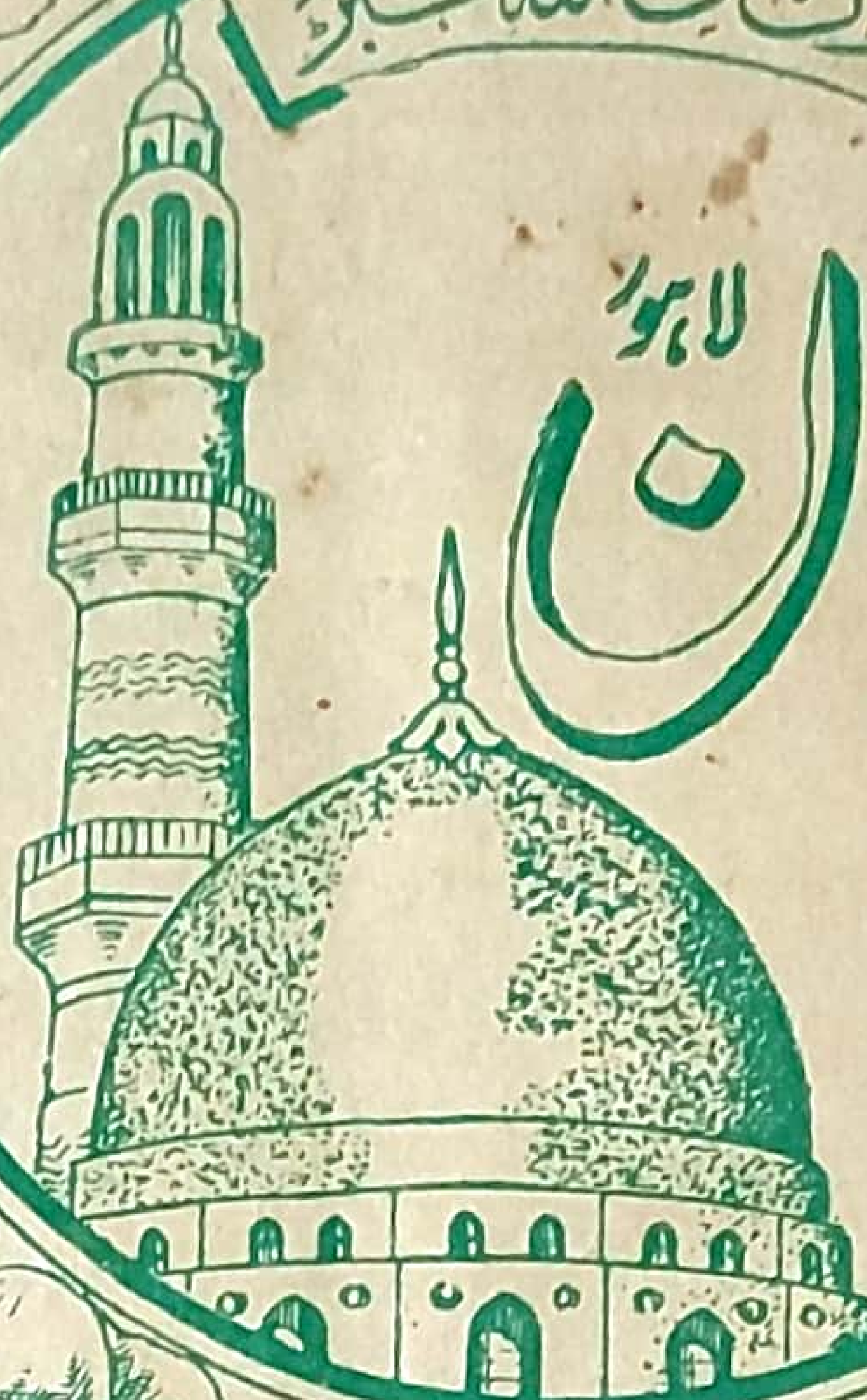
رضوان من اللہ اکبر

رضوان

لاہور



سید محمود احمد رضوی

مدیر مسئول:

اہل سنت وجماعت کا مذہبی ترجمان

قیمت -/۱۴/

اہل سنت وجماعت کا پاک و ہند میں اپنی شان کا واحد ترجمان

رضوان

لاہور

جلد ۱۰ ٭ شمارہ ۶

۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء

ترتیب :

مدیر اعلیٰ : سیّد محمود احمد رضوی

مدیر معاون : ابو الاسد حقّانی

سید محمود احمد رضوی پرنٹر پبلشر نے کوآپریٹو پریس لاہور میں چھپوا کر دفتر رضوان دہلی دروازہ لاہور سے شائع کیا

انوارِ رحمت

(از شاعر سحر البیان حضرت علامہ شارق صاحب ایرایانی کانپور)

یہ کس کی ہستی رسول بن کر جہاں میں تشریف لا رہی ہے
جبیں سے انوار کی ہے بارش نگاہ کوثر لٹا رہی ہے

بدل دیا ہے نظامِ گلشن فروغِ نورِ محمدی نے
جبینِ گل چاند بن گئی ہے روش روش جگمگا رہی ہے

خلیل کے دل نے کی تھی جس کی حسیں دعاؤں سے آبیاری
ہماری قسمت سے گلستاں کی وہی کلی مسکرا رہی ہے

جہانِ باطل پہ ہو رہے ہیں رموزِ توحید آشکارا
فضائے کون و مکاں سے پیہم صدائے تکبیر آ رہی ہے

ضیا فگن آج ہو رہا ہے عرب کا خورشیدِ نور پیکر
بڑی مسرت سے ارضِ مکہ تجلیوں میں نہا رہی ہے

طریقِ انسانیت سکھا کر حقیقتِ زندگی بتا کر
رسولِ اکرم کی پاک سیرت دلوں کی دنیا جگا رہی ہے

صدائیں آتی ہیں گوشِ دل تک ہنوز خلوت گہِ حرا سے
حسیں لبوں کی لطیف جنبش خدا کی عظمت بتا رہی ہے

ادھر ہیں سرکار جلوہ گستر ادھر صلوٰۃ و سلام لب پر
عنایتِ خاصِ ربِ اکبر ہمارے حصہ میں آ رہی ہے

یہ ساعتِ پاک وہ ہے شارق مچل رہے ہیں خوشی کے آنسو
جسے ہے سرکار سے محبت وہ آنکھ موتی لٹا رہی ہے

لمحاتِ فکر

ایکسپلورر کی رفتار : امریکہ نے ایک مصنوعی چاند بنایا ہے جس کا نام ایکسپلورر ہے۔ یہ مصنوعی چاند آج کل زمین کے گرد روزانہ بارہ چکر لگاتا ہے۔ اس کی رفتار ۸ کیلومیٹر فی سیکنڈ یا ۲۸ کیلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ گویا اس کی رفتار ہر منٹ میں ۳ سو میل ہے اور ایک سیکنڈ میں ۵ میل۔

۱۔ ایک تیز رفتار آدمی پیدل چل کر جو فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے کرتا ہے اس سے بھی ایک میل زیادہ فاصلہ ایکسپلورر صرف ایک سیکنڈ میں طے کر لیتا ہے۔

۲۔ آپ ایک گہرا سانس لے کر دس سیکنڈ تک روکے رکھئے تو اتنی دیر میں ایکسپلورر ۵۰ میل کا فاصلہ طے کرے گا۔

۳۔ اگر ایک کار یا ریل گاڑی دن رات اوسطاً ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی رہے تو وہ یہ فاصلہ ۵۰ گھنٹے یعنی دو دن سے کچھ زیادہ وقت میں طے کرے گی۔

۴۔ اور ہوائی جہاز اگر ۳۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرے تو وہ یہ فاصلہ ۷ گھنٹے میں طے کرے گا۔ لیکن ایکسپلورر اسی فاصلے کو صرف ½۸ منٹ میں طے کر لیتا ہے۔

۵۔ لندن سے قاہرہ۔ بیروت۔ دمشق یا بغداد تک ایکسپلورر کی پرواز میں صرف ۸ منٹ خرچ ہوں گے۔

۶۔ یہ عبارت پڑھتے وقت ذرا اپنی گھڑی پر نظر ڈالئے اور سوچئے کہ دس منٹ قبل آپ کیا کر رہے تھے اس وقت سے اب تک ایکسپلورر تین ہزار میل کا فاصلہ طے کر چکا ہے۔

اب ماتم کیجئے ان کی عقلوں کا جو انسان کے بنائے ہوئے مصنوعی سیارے کی اس تیز رفتاری کا تو نہایت آسانی سے اقرار کر رہے ہیں مگر خدائے واحد قہار کے بنائے ہوئے ایکسپلورر (براق) کی تیز رفتاری کا نہ صرف انکار ہی کرتے ہیں بلکہ مذاق بھی اڑاتے ہیں اور یہ ماننے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں ہوتے کہ

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
اک دم میں سرِ عرش گئے آئے محمدؐ

مقدمہ حسّو بلبل : معاصر تسنیم رقم طراز ہے کہ :

"ڈسٹرکٹ سپیشل ٹربیونل نے سانحہ حسو بلبل کے تمام ملزموں کو غنڈہ ایکٹ کے تحت الزامات سے بری کر دیا ہے ان ملزموں میں سابق ہیڈ ماسٹر نذر حسین۔ چراغ شاہ قریشی۔ قیصر عباس۔ اسرار حسین اور فیاض حسین شامل تھے۔ دریں اثنا جھنگ پولیس نے ان میں سے چار ملزموں نذر حسین۔ اقبال حسین اسرار حسین اور ملزم اقبال حسین کے خلاف سانحہ حسو بلبل کے متعلق ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملک محمد یار بندیال کی عدالت میں زیر دفعات ۳۰۲ - ۱۵۳ - ۲۹۵ ایک مقدمہ دائر کر دیا ہے۔

فاضل مجسٹریٹ نے استغاثہ کی سماعت قبول کرنے کے بعد ملزموں کی گرفتاری کا حکم

دے دیا۔ جس پر پولیس نے کل ملزموں کو کچہری کے احاطہ میں ہی گرفتار کرنے کے بعد عدالت میں پیش کر دیا۔ فاضل مجسٹریٹ نے سرسری سماعت کے بعد مقدمہ ۵ مارچ ۱۹۵۸ء پر ملتوی کر دیا ہے۔ ملزموں کی درخواستوں کی سماعت ۲۸ مارچ کو ہوگی۔

مگر سوال یہ ہے کہ جب حکومت نے حسو بلیل کے شرمناک سانحے کے ملزموں پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا ہے تو مخدوم نذر حسین کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ حالانکہ مسلمانوں کا بیان ہے کہ اپنی ممتاز حیثیت کے باعث اس سارے قضیے میں وہ اصل کردار تھے۔"

عرب مندوبین کا منکرین حدیث کو سرٹیفکیٹ

گزشتہ دنوں لاہور میں اسلامک کولوکیم کے جو اجلاس ہوئے اور ان میں عرب مندوبین نے مشہور منکر حدیث مسٹر پرویز اور ان کے ہم خیال افراد سے متعلق جن لفظوں میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا انہیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ لاکالج فواد یونیورسٹی مصر میں اسلامی قانون کے پروفیسر شیخ ابو زہرہ نے خلیفہ عبدالحکیم اور پرویز کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا:

"یہ دونوں حضرات (خلیفہ عبدالحکیم و مسٹر پرویز) عربی زبان سے بے بہرہ ہیں اور جب تک عربی زبان کا علم نہ ہو اس وقت تک قرآن و سنت سے استنباط ممکن نہیں جب آپ انگریزی قانون انگریزی جانے بغیر اور فرانسیسی قانون فرانسیسی جانے بغیر نہیں سمجھ سکتے تو آخر اسلام نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کے قانون کو سمجھنے کے لئے عربی جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ جب کہ اس قانون کا اصل ماخذ کتاب و سنت عربی میں ہے۔"

۲۔ اسی طرح سعودی عرب کے احمد محمد جمال نے ایس اے رحمان، غلام واحد چودھری، مظہر الدین صدیقی، داؤد رہبر کے متعلق جن الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا وہ یہ ہیں:

"یہ حضرات قرآن اور قرآنی احکامات کے متعلق گفت گو کرنے سے قبل عربی زبان کا صحیح فہم حاصل کریں۔ عربی زبان کی بلاغت کا اپنے اندر ذوق پیدا کریں عربی زبان سے عدم واقفیت کی بنا پر اپنی طرف سے قرآن کے مباحث میں قیاس آرائیاں نہ کریں۔"

۳۔ لاکالج شام یونیورسٹی کے پرنسپل احمد اسحاق نے خلیفہ عبدالحکیم (منکر حدیث) کے مقالہ پر تنقید کرتے ہوئے بڑے المناک انداز میں فرمایا

"خلیفہ صاحب نے قرآنی آیات کو جو معنیٰ پہنائے ہیں وہ چودہ سو سال کی تاریخ میں ہم آج پہلی بار سن رہے ہیں۔"

تفسیر القرآن

چند احکامات

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ
اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ
تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

ترجمہ: "اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور کوئی یوں کہتا ہے اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ ایسوں کو ان کی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے اور اللہ کو یاد کرو گنتے ہوئے دنوں میں تو جلدی کرکے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیزگار کے لئے اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔"

ان آیات میں مسائل ذیل کا بیان ہے :

۱۔ دعا کرنے والوں کی دو قسمیں بتائی گئیں۔ ایک وہ کافر جن کی دعا میں صرف طلب دنیا ہوتی ہے وہ آخرت پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ اسی لئے صرف دنیا طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ دوسرے وہ ایماندار ہیں جو دنیا و آخرت دونوں کی بہتری کی دعا کرتے ہیں ایسے لوگ آخرت میں بھلائی کو پالیں گے۔

واضح ہو کہ مومن دنیا کی بہتری کی جو دعا کرتا ہے یہ بھی امر جائز ہے اور چونکہ یہ دین کی تائید و تقویت کے لئے

ہے اس لئے امور دین سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کسب و اعمال میں داخل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اکثر یہی دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا
حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ترجمہ: "الٰہی! ہمیں دین و دنیا کی بھلائی عطا فرما اور عذاب دوزخ سے بچا۔"

حقیقت یہ ہے کہ اس سے جامع دعا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ دین اور دنیا۔ یہی دو چیزیں ہیں جن سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ جب مومن ان دونوں چیزوں میں بھلائی اور بہتری کی دعا مانگتا ہے تو یہ دعا ہر قسم کی بھلائی کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

واللہ سریع الحساب۔ یعنی اللہ تعالےٰ عنقریب قیامت قائم کر کے حساب فرمائے گا۔ لہذا بندوں کو چاہیئے کہ ذکر و دعا و طاعت میں جلدی کریں۔ اور دنیا کی چند روزہ زندگی کو اسی کی طاعت و عبادت میں گزاریں۔

فی ایام معدودٰت:

اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اول!

ذکر اللہ سے رمی جمار کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے۔

(باقی باقی)

خار و گل

جوتی میں داڑھی کے بال : وہ کون سا دیوبندی عالم ہے جس کی جوتی کے تلے میں داڑھی کے بال رکھ دیئے جائیں تو نہ صرف گناہ بخشے جاتے ہیں بلکہ جنّت کی سیٹیں ریزرو ہو جاتی ہیں۔

جواب : وہ دیوبندی عالم جو دیوبندیوں کے پیر و مرشد حسین احمد کانگرسی ہیں۔ جن کا مرتبہ و مقام یہ ہے کہ ان کی جوتی کے تلے میں داڑھی کے بال رکھ دینے سے جنت مل جاتی ہے۔ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لاہور کے مشہور دیوبندی عالم مولوی احمد علی شیرانوالہ دروازہ جو اپنے آپ کو اپنے اخبار کے صفحہ اول پر **شیخ التفسیر** لکھتے ہیں۔ وہ اپنے اخبار خدام الدین لاہور کے مدنی نمبر میں تحریر کرتے ہیں :

"میں نے کئی سال سے دل میں یہ پروگرام بنا رکھا تھا کہ میری داڑھی کے جو بال کنگھی کرنے سے نکلتے ہیں وہ کسی معتمد (معتبر) آدمی کے ذریعہ سے حضرت حسین احمد کے صاحبزادے مولوی اسعد صاحب کی خدمت میں پہنچا دوں اور ان سے درخواست کروں کہ حضرت حسین احمد کو اطلاع دیئے بغیر موچی کو دیں کہ حضرت حسین احمد کے جوتے کے تلوؤں میں یہ بال رکھ کر سی دے تاکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اسی نسبت کے باعث میری قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے نجات ہو جائے افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔"

ہفتہ وار اخبار خدام الدین لاہور مدنی نمبر ص ۲۰
۲۴ جنوری ۱۹۵۸ء

قارئین کرام! دیکھا آپ نے یہ ہے حضرات دیوبندیہ وہابیہ کی اپنے پیروں اور استادوں سے عقیدت و محبت کہ ان کی جوتی کے تلے میں داڑھی کے بال رکھوا کر جنت ملنے کی امیدیں باندھ رہے ہیں اب اگر ہم اہل سنت و جماعت جن کو یہ لوگ گور پرست اور پیر پرست کہتے ہیں من و عن یہ ہی جملے حضور پاک یا کسی اور بزرگ کے متعلق لکھ دیں تو پھر دیکھئے یہ دیوبندی وہابی علما نتھنے پھلا کر کیسے کچھ بدعت و شرک کے فتوے چلاتے

ہیں۔ آخر کیوں ؟

جوتی اور علم : وہ کونسا دیوبندی عالم ہے جس کے پاؤں کی جوتی بھی (معاذ اللہ) قرآن و حدیث کا علم رکھتی ہے ؟

جواب : وہ دیوبندی عالم مولوی حسین احمد کانگرسی تھے۔ جن کے مرنے پر لاہور کے مشہور دیوبندی عالم مولوی احمد علی شیرانوالہ دروازہ نے لکھا ہے کہ " میں بحلف کہتا ہوں کہ احمد علی کے دماغ میں وہ علوم ہیں جو حسین احمد کے جوتا میں ہیں۔"

دیوبندی رسالہ الصدیق جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ ص۶۱

روحانی طاقت : وہ کون سا دیوبندی عالم ہے جس کو ایسی روحانی طاقت حاصل تھی کہ اگر وہ چاہتا تو اسی روحانی طاقت سے انگریز کو ہندوستان سے باہر نکال دیتا ؟

جواب : ایسی روحانی طاقت رکھنے والے مولوی حسین احمد دیوبندی تھے جن کے متعلق مشہور دیوبندی عالم سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے کہ :

" مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذب میں فرمایا میاں ظہیر لوگوں نے مولانا حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔"

دیوبندی رسالہ الصدیق جمادی الثانی و رجب سنہ ۱۳۷۷ھ ص۱۰

فائدہ : قارئین کرام غور کریں دیوبندیوں کے نزدیک حسین احمد کو تو اتنی روحانی طاقت حاصل تھی کہ وہ اس روحانی طاقت کے ذریعہ انگریز کو ہندوستان سے باہر نکال سکتے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیوبندیوں کا طاغوت اعظم مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ لکھتا ہے کہ :

" جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔"

(تقویت الایمان صفحہ نمبر ۴۷)

پھر اس پر بھی غور کیجئے یہ دیوبندی اپنے پیر و مرشد حسین احمد کے متعلق تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حسین احمد کو لوگوں نے پہچانا نہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ لکھتا ہے :

" پر جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویۃ الایمان ص۴۲)

گویا دیوبندیوں کے نزدیک اللہ کے نبیوں کی عزت و حرمت اور ان کی سرداری صرف گاؤں کے چودھری اور زمیندار جتنی ہوتی ہے۔ معاذ اللہ

بے مثل بشر : وہ کون سا دیوبندی عالم ہے جو بے مثل و بے نظیر ہے اور جس کی مثل دنیا بھر میں نہیں ہے۔

جواب : وہ دیوبندی مولوی حسین احمد ہیں جن کے متعلق علما دیوبند یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بے مثل و بے نظیر تھے اور ان کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ چنانچہ مشہور دیوبندی عالم مولوی خیر محمد صاحب جالندھری مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے دار العلوم دیو بند کو ہمیشہ ایسی ہستیاں عطا فرائیں جو اپنے وقت میں بے نظیر تھیں ××× حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات ایسے تھے کہ ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔"

رسالہ دیوبندی الصدیق ملتان ص۱ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

۲۔ اور مولوی احمد علی دیوبندی شیرانوالہ دروازہ لاہور لکھتے ہیں:

"مجھے یقین ہے کہ یہ نسبت بھی قیامت کے دن میری نجات کا باعث بن جائے گی۔ حضرت کی حیات طیبہ میں جب میں ان کے مناقب صبح کے درس قرآن مجید میں یا جمعہ کے خطبہ میں ضمناً ذکر کیا کرتا تھا تو بفضلہ تعالیٰ یہ چیز ثابت کر دیا کرتا تھا کہ میرے حضرت مدنی (حسین احمد) کی نظیر پاکستان و ہندوستان میں تو نہیں ہے بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ ان کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ہے۔"

(الصدیق ص۲۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ)

فائدہ: قارئین کرام! انصاف کریں اگر ہم اہلسنت وجماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہیں کہ آپ بے مثل بشر ہیں آپ کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ہے تو یہ دیوبندی مولوی جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ اور لال پیلے ہو کر پکارنا شروع کر دیتے ہیں کہ "لو حضور اکرم کو خدا بنا دیا" — لیکن جب خود اپنے پیر اور مرشد کے بے نظیر ہونے کا عقیدہ رکھیں تو پھر کفر و شرک کی گردان بھول جاتے ہیں۔

یادگاری نمبر: وہ کون سا دیوبندی مولوی ہے جس کی یاد میں اخبار کا نمبر نکالنا قیامت کے دن نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے؟

جواب: وہ مولوی حسین احمد ہیں جن کے مرنے پر لاہور کے دیوبندی عالم مولوی احمد علی نے اپنے اخبار خدام الدین کا مدنی نمبر شائع کیا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

"لیکن ہمیں اس خاص نمبر کے پیش کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے ×××× مدنی نمبر شائع کرنے میں ہماری اولین غرض تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مدنی (حسین احمد) کے ادنیٰ ترین خدام کی فہرست میں شامل فرما لیں تاکہ یہ نسبت قیامت کے دن ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔"

(اخبار خدام الدین لاہور ص۵ ۲۲ جنوری ۱۹۵۸ء)

اب قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ مولوی حسین احمد کی یاد میں تو مدنی نمبر نکالنے سے ثواب ہوتا ہے۔ اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اگر ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں میلاد نمبر شائع کر دیں تو دیوبندی وہابی حضرات اس کو بدعت و شرک قرار دے دیتے ہیں۔ غور کیجئے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ میلاد نمبر تو بدعت ہے اور مدنی نمبر اسلام ہے۔

تعزیت ضروری ہے: وہ کون سا دیوبندی مولوی ہے جس کے مرنے پر اس کی تعزیت کرنی ضروری ہے اور جو نہ کرے وہ نقصان میں ہے۔ بلکہ وہ سچا مسلمان بھی نہیں ہے۔

جواب: وہ مولوی حسین احمد ہیں جن کے مرنے پر ان کی تعزیت کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ مولوی احمد علی صاحب شیرانوالہ دروازہ لاہور لکھتے ہیں:

"ان میں سے ایک کو بھی تعزیتی پیغام بھیجنے کی توفیق نہ ہوئی × × × کیوں ؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ ان کو حضرت حسین احمد مدنی سے نسبت رکھنے والوں میں شامل کیا جائے × × × × × قومی اسمبلی کا اجلاس بھی ہوا مگر اس میں بھی تعزیت کی رسمی قرارداد تک پاس نہیں کی گئی۔ ان کی خاموشی سے حضرت حسین احمد کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ اس سے انہوں نے اپنا نقصان ضرور کیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ (تعزیت نہ کرنے والے) مرنے سے پہلے اس کی تلافی کر لیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچا مسلمان بنائے اور اولیا اللہ (حسین احمد) سے قلبی نسبت رکھنے کی توفیق دے۔"

اخبار خدام الدین مدنی نمبر ص ۵ ۲۴ جنوری ۱۹۵۸

قارئین کرام! دیکھا آپ نے یہ ہے دیوبندی حضرات کی اپنے استادوں اور پیروں سے عقیدت کہ جو ان کے مرنے پر تعزیت نہ کرے وہ نقصان میں ہے اور سچا مسلمان بھی نہیں ہے۔

شارع اور نور نبی : وہ کون سا دیوبندی عالم ہے جو نور نبی ہے۔ فخر انسان ہے۔ قدسیوں کا ہمسر ہے۔ جس کا ہر قول خدا کا فرمان ہے۔ جو اللہ کی معرفت کے تمام اسرار سے واقف ہے اور کنت کنزاً مخفیا کے راز کو جاننے والا ہے جس سے تاریخ انسان مکمل ہوئی ہے۔ جس کا ثانی زمانہ میں نہیں ہے جس نے شریعت کا دروازہ کشادہ کیا ہے حتیٰ کہ وہ شارع بھی ہے۔

جواب : وہ پوری دیوبندی قوم کے پیر مولوی حسین احمد ہیں جن کی شان میں مولوی احمد علی دیوبندی دروازہ شیرانوالہ لاہور نے اپنے اخبار خدام الدین میں یہ اشعار شائع کئے ہیں :۔

۱۔ فخر انسان قدسیوں کے ہم نشین!
جن کا ثانی اس زمانے میں نہیں

۲۔ جس نے صابر آج تک دیکھا نہ ہو نور نبی
دیکھ لے سید حسین احمد کی وہ تصویر میں

۳۔ جو ترا ارشاد ہے اللہ کا فرمان ہے
نائب ختم الرسل قرآن کا حامل ہے تو

۴۔ سخت حیرانم کہ در دنیائے عرفاں چیستی
نیستی پیغمبرے لاکن ندانم کیستی؟

۵۔ شناسائے ہر موج و بناخن طوفاں
مکمل ہوئی تجھ سے تاریخ انساں

۶۔ کشادہ کیا سب پہ باب شریعت
ترا نام روشن رہے گا ابد تک
جہاں تجھ کو شارع کہے گا ابد تک

۷۔ معرفت کے تجھ پہ سب ظاہر ہیں جو اسرار ہیں
کنت کنزاً مخفیا کا تجھ پہ روشن راز ہے

(اخبار خدام الدین مدنی نمبر ۲۴ جنوری ۱۹۵۸)

مرثیہ و ماتم : وہ کون سا دیوبندی مولوی ہے جس کے مرنے پر مرثیے پڑھنا اور صف ماتم بچھانا جائز اور باعث اجر و ثواب ہے اور جس کے مرنے پر پاک و ہند کے علماء دیوبند نے مرثیے پڑھے ماتم کیا۔ اور صف ماتم بچھائی ہے ؟

جواب : وہ دیوبندی مولوی۔ حسین احمد ہیں۔ جو مرے تو پورا عالم اسلام و انسانیت

۳۱۴

یتیم اور بے سہارا ہو کر رہ گیا۔ مدرسہ دیوبند نے ماتم کیا۔ ذرہ ذرہ سوگوار ہوا۔ ہر بزم بزم عزا بن گئی۔ زمین و آسمان رونے لگے۔ نظام جہان تھرانے لگا۔ ہر انسان پریشان ہو گیا۔ حتیٰ کہ موت بھی رونے لگی۔ اور مشیت کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔ معاذاللہ

چنانچہ مولوی احمد علی صاحب دیوبندی شیرانوالہ دروازہ لاہور نے اپنے اخبار خدام الدین میں گریہ غم و ماتم کے عنوان سے ذیل کے مرثیے شائع کئے ہیں۔ بطور نمونہ چند لکھے جاتے ہیں :-

۱۔ جدھر دیکھئے ابر غم چھا رہا ہے
نظام جہاں آج تھرا رہا ہے

۲۔ کلیم آج ہر بزم بزم عزا
جدھر دیکھئے شور آہ و بکا ہے

۳۔ زمیں رو رہی ہے فلک رو رہا ہے
تری موت پر موت بھی رو رہی ہے
مشیت کی بھی آنکھ نم ہو رہی ہے

۴۔ کلیم اب دعا پر کرو ختم ماتم
محبت کا ہر وقت بھرتے رہو دم

۵۔ اب فضائے دہر غم سے ہو گئی ہے سوگوار
کس کے غم میں رو رہا ہے آسماں بھی زار زار

۶۔ اف نہ پوچھ اے دوست تو مرگ حسین احمد کا غم
خون برساتی رہے گی اب ہمیشہ چشم نم

۷۔ اٹھ گیا وہ ہند و پاک کا در عدنی لعل یمنی

۸۔ تیرے غم میں ذرہ ذرہ سوگوار
آج ماتم کناں ہے دارالعلوم
دیکھئے گریہ کناں دارالعلوم

۹۔ گو چو کرب و بلا فزود امروز
دی شہید آں حسین ثانی شد

یہ ہیں وہ ماتمی اشعار جو مدنی نمبر میں مولوی احمد علی شیرانوالہ دروازہ لاہور نے شائع کئے ہیں ان میں یہاں تک لکھ دیا گیا کہ مولوی حسین احمد کے مرنے پر مشیت بھی رونے لگی۔ معاذاللہ۔

اسی طرح دیوبندی رسالہ شمس الاسلام میں مولوی سراج الدین دیوبندی لکھتے ہیں۔

۱۔ (کہ مولوی حسین احمد کے مرنے سے) پوری مسلمان قوم کی بنیاد میں متزلزل ہو گئیں۔ اور مسلم قوم کا قصر رفیع گر کر پیوند زمین ہونے لگا۔ (تشابانعی)

۲۔ آج وہ عظیم شخصیت ہم سے جدا ہوئی کہ کوئی ایک گھرانا۔ ایک کنبہ اور خاندان نہیں پورا عالم اسلام و انسانیت یتیم و بے سہارا ہو کر رہ گیا۔

۳۔ اس سانحہ ہوش ربا کی وحشت انگیز خبر سنتے ہی تمام مجمع حواس باختہ ہو گیا (بالکل پاگل ہو گیا) لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور چیخیں مار مار کر بے قابو ہو کر آنسو بہانے لگے۔ (یعنی دیوبندی) بعض اس رنج و غم کے پہاڑ کے گرنے سے بے خود و بے ہوش ہو گئے۔

۴۔ یوں تو رنج و غم کے خمار سے قلم مست و بے ہوش ہے اس کو لکھنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ تو بہت کچھ لکھ سکتا ہے (یعنی ابھی تو کچھ لکھا ہی نہیں ہے) اور اسے یہ ہوش ہی نہیں ہے کہ اس حکایت ہجر و فراق اور "ماتم حسین" میں اس نے کاغذ کے کتنے صفحوں کو سیاہ کر کے لباس ماتم پہنا دیا۔

(شمس الاسلام ص ۱۱ جنوری ۱۹۵۸ء)

ایڈیٹر کی ڈاک

(مدیر رضوان)

تعاقب بر فیوض الباری :

سوال : رضوان میں بخاری شریف کی شرح فیوض الباری پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ص۱۲ پر لکھا ہے :

"رسول کی تعریف بعض نے یہ کی کہ جس کے ساتھ کتاب ہو۔ لیکن اس تعریف میں حضرت نوح و آدم و سلیمان داخل نہیں رہتے۔ حالاں کہ یہ حضرات بالاتفاق رسول ہیں۔"

اس میں معروضہ یہ ہے کہ رسول کی تعریف جو بعض نے کی اس پر آپ نے لیکن کے ساتھ جو بات ظاہر کی وہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ آدم و سلیمان باتفاق رسول نہیں ہیں بلکہ نبی ہیں البتہ نوح علیہ السلام رسول ہیں تو اگرچہ ان پر کتاب نازل نہ ہوئی مگر صحیفہ نازل ہوا جو کتاب کے قائم مقام ہے۔ لہذا آپ نے لیکن کے بعد جو بات لکھی ہے وہ صحیح نہیں اسی طرح آپ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ آدم و نوح و سلیمان باتفاق رسول ہیں۔ یہ اعتراض یہاں کے ایک اچھے عالم دین اور مفتی صاحب نے کیا ہے

۲۔ اسی طرح فیوض الباری ص۱۲ پر آپ نے لکھا ہے۔ کہ کَیفَ اَنتَ میں لفظ کیف خبر ہو کر واقع ہوا ہے ترجمہ کر کے بتائیے یہاں کیف خبر کیسے واقع ہوا ہے۔

(مینیجر کتب خانہ برکاتیہ کراچی)

الجواب

تفصیلی جواب کے لئے تو اس وقت ذہن حاضر نہیں ہے لیکن رسول کی تعریف سے متعلق میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ میرے لفظ نہیں بلکہ علامہ بدرالدین عینی قدس سرہ العزیز شارح بخاری کے ہیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کے لئے عینی کی یہ عبارت کافی ہوگی۔

والرسول عرفه كثير منهم بمن جمع الى معجزة الكتاب المنزل عليه ×××× وهذا التعريف غير صحيح لانه يلزم على هذا ان يخرج جماعة من الرسل عن كونهم رسلا كآدم ونوح وسليمان عليهم السلام فانهم رسل بلاخلاف ولم ينزل عليهم كتاب والتعريف الصحيح ان الرسول من نزل عليه كتاب او اتى اليه ملك والنبي من يوقفه الله على الاحكام او يتبع رسولا آخر فكل رسول نبي من غير عكس۔

ترجمہ: "رسول کی تعریف بعض لوگوں نے یوں کی جس پر کتاب نازل ہو۔ لیکن تعریف صحیح نہیں کیونکہ اس تعریف کی رو سے حضرت آدم و نوح و سلیمان رسول نہیں قرار پاتے حالانکہ وہ باتفاق رسول ہیں (یعنی رسول بھی اور نبی بھی) حالانکہ ان حضرات پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔ تعریف صحیح یہ ہے کہ رسول وہ ہے جس پر کتاب نازل

ہو یا فرشتہ آئے اور نبی وہ ہے جس کو اللہ احکام الہام فرمائے یا وہ اپنے پیشرو رسول کا اتباع کرے بس اس تعریف کی رُو سے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔"

(عینی ج ۱ ص۴۱)

اب اگر علامہ عینی علیہ الرحمہ کی اس گفت گو پر کوئی اعتراض ہو تو وہ مع دلیل کے لکھ کر بھیج دیں "تاکہ مزید غور کر لیا جائے۔

۲۔ رہا کیفَ اَنتَ میں کیف کا خبر واقع ہونا تو یہ نہایت ہی موٹی سی بات ہے اور تمام کتب نحو میں جہاں کیف کا بیان ہے یہ مثال دی گئی ہے کیف خبر مقدم ہے۔ انت مبتدا ر موخر ہے۔ انت چونکہ ضمیر واحد مذکر حاضر اعرف المعارف ہے اس لئے یہ ہی مبتدا ر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کیف مبتدا ر نہیں بن سکتا۔ فافہم۔

اصطلاحاتِ فقیہہ

سوال: کتب فقہ میں فرض واجب سنت مستحب یا اسارت کے جو لفظ آتے ہیں ان کے معنیٰ و مفہوم عام فہم لفظوں میں بیان فرمایئے۔ اگر رضوان میں شائع کر دیں تو بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو جائے گا۔

(نذیر حسینی - سرگودھا)

الجواب

۱۔ **فرض اعتقادی** : جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً" کافر ہے اور فرض اعتقادی کو بلا عذر صحیح قصداً" ایک بار بھی چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے دلیل قطعی سے مراد قرآن اور حدیث متواتر ہے

۲۔ **فرض عملی** : وہ ہے جس کا ثبوت ایسا قطعی تو نہ ہو مگر مجتہد کی نظر میں دلائل شرعیہ سے اس کو یقین ہو گیا ہو کہ بے اس کے کئے۔ آدمی بری الذمہ نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ کسی عبادت میں فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے کئے باطل ہو گی۔ اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے۔

۳۔ **واجب اعتقادی**: وہ ہے کہ دلیل ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرض عملی و واجب عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور وہ انہیں دو میں منحصر ہے۔

۴۔ **واجب عملی** : وہ واجب اعتقادی کہ بے اس کے کئے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو۔ مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے۔ اگر کسی عبادت میں اس کا بجا لانا درکار ہو تو عبادت اس کے بغیر ناقص ہو گی۔ مگر ادا ہو جائے گی۔ کسی واجب کا ایک بار بھی چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۵۔ **سُنّت مؤکدہ** : وہ جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ بیان جواز کے لئے کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ یا اس کی تعریف یوں کیجیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو۔ مگر جانب ترک بالکل مسدود نہیں فرمائی۔ اس کا ترک اسائت ہے اور کرنا ثواب ہے اور نادراً" ترک پر عتاب اور ترک کی عادت بنا لینے پر عذاب۔

۶۔ **سُنّت غیر مؤکدہ** : وہ ہے۔ جو شریعت میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسندیدہ رکھا گیا ہو مگر اس پر وعید عذاب نہ ہو۔

عام اس سے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہو یا نہیں اس کا کرنا ثواب ہے۔ اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجب عتاب نہیں۔

۷۔ مستحب وہ فعل جو شریعت میں پسند کیا گیا ہو۔ خواہ حضور اکرم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی۔ یا علما نے پسند کیا۔ اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہو۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

۸۔ مباح وہ جس کا کرنا یا نہ کرنا یکساں ہو۔

۹۔ حرام قطعی : یہ فرض کا مقابل ہے یعنی جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے۔ اور حرام سے بچنا فرض اور ثواب ہے۔

۱۰۔ مکروہ تحریمی : یہ واجب کا مقابل ہے یعنی وہ کام جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہ گار۔ چند بار اس کا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۱۱۔ اساءت : جس کا کرنا برا ہو۔ اور نادراً کرنے والا مستحق عتاب۔ اور التزام فعل پر استحقاقِ عذاب۔ یہ سنت مؤکدہ کے مقابل ہے۔

۱۲۔ مکروہ تنزیہی : جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائی ہو یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

۱۳۔ خلاف اولیٰ : وہ فعل جس کا نہ کرنا بہتر تھا۔ کیا۔ تو کچھ مضائقہ اور عتاب نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

(عامہ کتب فقہ)

بقیہ : تعارف و تبصرہ

صفحہ ۲۴ سے آگے

اس رسالہ کی عظمت شان کا مظہر ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے اہلسنت اور وہابیہ کے مابین تمام اختلافی مسائل میں ناظرین کرام کو ایسی بصیرت حاصل ہو گی۔ جس کے بعد اصولی طور پر کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔

کراچی کے ماہنامہ "فاران" نے "توحید نمبر" شائع کیا تھا۔ جس میں مدیر فاران اور ان کے ہم خیال مضمون نگاروں نے معتقدات و معمولات اہل سنت پر تنقید کی تھی۔ زیر نظر کتابچہ اگرچہ فاران کے نقش اول کا مکمل و مدلل جواب ہے لیکن ضمنی طور پر فاران کے تمام نقوش کا جواب اس میں آ گیا ہے۔

فاران کا توحید نمبر دیوبندیت، وہابیت، و مودودیت کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ تھا۔ حضرت مولف مدظلہ العالی نے ان کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ موجودہ دور میں اہلسنت کو اس کتابچہ کا مطالعہ کرنا نہایت مفید ہے۔

صفحات ۲۰۶ ❊ قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ :

مکتبہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور۔

رضوان لاہور ۱۵ مارچ ۱۹۵۸

۳۱۸

کیا تراویح بیس رکعت ہیں؟

(از مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دارالعلوم حزب الاحناف لاہور)

۳۔ روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدای وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا۔ داؤد بن قیس سے اور اس کے سوا دوسروں سے اور اس نے روایت کیا محمد بن یوسف سے اور اس نے سائب بن یزید سے کہ یقیناً" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری پر جمع کیا لوگوں کو اکیس رکعت پر۔" (ص ۳۷۵ جلد ۵)

اور امام مالک اور یحییٰ اور عبدالعزیز گیارہ رکعت اور محمد بن اسحاق تیرہ رکعت اور امر حضرت عمر بجز امام مالک اور کوئی نہ گرو محمد بن یوسف کا بیان نہیں کرتا اور یزید بن خصیفہ سے تین شخص روایت کرتے ہیں ابن ابی ذئب۔ محمد بن جعفر اور امام مالک۔ اور یہ تینوں بالاتفاق یزید بن خصیفہ سے ۲۰ رکعت روایت کرتے ہیں تو اس اضطراب کو رفع کرنے کے لئے یزید بن خصیفہ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی جس کو بیہقی نے معرفۃ السنن میں روایت کیا۔

۴۔ اخبرنا ابو طاہر الفقیہ قال اخبرنا ابو عثمان البصری قال ثنا ابو احمد محمد بن عبد الوہاب قال اخبرنا خالد بن مخلد قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر۔

ترجمہ: "امام بیہقی فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو فقیہ ابو طاہر نے اس نے کہا خبر دی ہم کو ابو عثمان بصری نے۔ ابو عثمان نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو احمد محمد بن عبدالوہاب نے انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو خالد بن مخلد نے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یزید بن خصیفہ نے اور انہوں نے روایت کی سائب بن یزید سے اور انہوں نے فرمایا کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔"

اس حدیث میں حضرت سائب بن یزید اپنا عمل ۲۰ رکعت بیان کرتے ہیں اور اس کی سند کو علامہ سبکی نے شرح منہاج میں اور ملا علی قاری نے شرح موطا میں صحیح فرمایا ہے آثار السنن ص ۵۵ اس حدیث کو امام مالک نے بھی یزید بن خصیفہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ فتح الباری جلد ۸ ص ۳۱۶ اور فتح الباری کی حدیث صحیح یا حسن ہوتی ہے۔

۵۔ کما صرح فی مقدمۃ

جیسا کہ صراحت کی گئی ہے فتح الباری کے مقدمہ میں۔

اس حدیث کے پہلے راوی ابوطاہر فقیہ ہیں جو کہ بیہقی کے شیخ ہیں ان سے بیہقی۔ حاکم۔ ابوالقاسم قشیری۔ عبدالجبار بن برزہ محمد بن محمد سامانی۔ علی بن احمد واحدی۔ ابوصالح مؤذن نے روایت کی ہے۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ صـ۲۰ امام سبکی نے اسی صفحہ میں ان کے حق میں امام المحدثین والفقہا بنیسابور فی زمانہ لکھا ہے اور عبدالغافر نے ان کی نسبت فرمایا:

۶۔ اعلم اصحاب الحدیث بخراسان وفقیہم بالاتفاق۔

خراسان کے حدیث والوں کے فقیہ اور بہترین جاننے والے۔

دوسرے راوی اس حدیث کے ابوعثمان بصری ہیں جن کا نام عمرو بن عبداللہ ہے جس سے ابوطاہر فقیہ اور ابومحمد حسن بن علی بن مؤمل نے روایت کی آثار السنن صـ۵۲ اور تیسرے راوی ابواحمد محمد بن عبدالوہاب ہیں جن کو تقریب میں ثقہ عارف کہا ہے اور چوتھے راوی خالد بن مخلد ہیں جو بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ تقریب میں ان کو صدوق لکھا ہے۔ پانچویں محمد بن جعفر ہیں جو ثقہ ہیں چھٹے یزید بن خصیفہ ثقہ ہیں۔ ساتویں راوی سائب صحابی ہیں لہذا علامہ سبکی اور علی قاری کا اس حدیث کو صحیح کہنا نہایت ہی درست ہے اور تعلیق الممجد میں یہ حدیث نہیں بلکہ ابن حبان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آٹھ رکعت قیام لیل کی انہوں نے تخریج کی ہے یہ نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی ابن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا چنانچہ جو تعلیق الممجد کا نسخہ حزب الاحناف میں موجود ہے اس کے صـ۱۳۸ کے حواشی اس کے آخر میں بھی دیئے ہیں چنانچہ صـ۱۱۱ پر صـ۱۳۸ کے حاشیہ ۱۱ کا بقیہ حاشیہ میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھانے کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ رکعت تراویح صحابہ کرام کو پڑھائی مع وتر کے۔

۷۔ روی ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید والبغوی والبیہقی والطبرانی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "محدث ابن ابی شیبہ نے اور عبد بن حمید اور بغوی اور بیہقی اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ رکعت پڑھاتے تھے۔"

اور اس روایت کو اگر مضطرب نہ مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت پڑھنے کا حکم دیا علاوہ وتر کے تو پہلے آٹھ ہی پڑھتے ہوں پھر ۲۰ رکعتیں پڑھنی شروع کر دیں جیسا کہ بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ۲ صـ۴۹۶ میں فرمایا:

ویمکن الجمع بین الروایتین فانہم کانوا یقومون باحدیٰ عشرۃ رکعۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث۔

دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ پہلے گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر بیس رکعت پڑھنے لگے۔

تو جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود اس عمل کو ترک کر دیا تو پھر اس کو اختیار کرنا نفس پرستی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔ کہ آسانی تلاش کرتے ہیں۔ بیوی سے جماع کریں تو اگر حشفہ غائب ہو جائے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں سمجھتے۔ اور دو وقتوں کی نماز کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں۔ منی کو اور مرغی کی بیٹ کو پلید نہیں جانتے۔ تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں اور بالغ آدمی اگر کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے پردہ نہیں وہ رضاعی بیٹا بن جاتا ہے۔ تو بیس تراویح

کی حدیثیں جو بکثرت ہیں اس پر عمل نہیں کرتے بوجہ تساہل کے اور آٹھ کی روایت جو مضطرب ہے اس پر زور دیتے ہیں۔ حالانکہ چاروں مذہب کے مقلدین ۲۰ رکعت تراویح پر متفق ہیں چنانچہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد بن حنبل کے پیرو ہیں۔ وہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

۸- وھی عشرون رکعۃ

"اور وہ بیس رکعت ہیں۔"

اور امام نووی شارح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں:

۹- اعلم ان صلوٰۃ التراویح سنۃ
باتفاق العلماء وھی عشرون
رکعۃ ص۸۳ کتاب مذکور

ترجمہ: "جان تو کہ بے شک نماز تراویح باتفاق علماء بیس رکعت ہیں۔"

اور امام غزالی شافعی المذہب ہیں وہ احیاء العلوم جلد اول ص۱۳۹، فرماتے ہیں:

۱۰- التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا
مشہورۃ۔

ترجمہ: "تراویح وہ بیس رکعت ہیں اور ان کی کیفیت مشہور ہے۔"

اور امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعت ص۱۵۳ پر فرماتے ہیں۔

۱۱- ومن ذالک قول ابی حنیفۃ و
الشافعی واحمد ان صلوٰۃ التراویح
فی شہر رمضان عشرون رکعۃ
وانھا فی الجماعۃ افضل مع قول
مالک وفی احد الروایتین عنہ
انھا ستۃ وثلاثون۔

ترجمہ: "تراویح کے بارہ میں ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد کا قول ہے۔ کہ ماہ رمضان میں ۲۰ رکعت ہیں اور جماعت سے پڑھنی افضل ہیں امام مالک سے بھی یہی ہے بموجب ایک روایت کے اور ان سے ایک روایت ہے کہ ۳۶ رکعت ہیں۔"

الروض المربع جو فقہ حنبلی کی ایک معتبر کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

۱۲- التراویح سنۃ موکدۃ عشرون
رکعۃ لما روی ابوبکر عبدالعزیز
فی الشافی عن ابن عباس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی
فی شہر رمضان عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "بیس تراویح سنت موکدہ ہیں کیونکہ ابوبکر نے شافی میں ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں ۲۰ رکعت پڑھاتے تھے۔"

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

۱۳- قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم
بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان
ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء
ان ذالک ھو السنۃ لانہ قام
بین المھاجرین والانصار ولم
ینکرہ احد فتاوی ابن تیمیہ
جلد اول ص۱۸۶۔

ترجمہ: "یقیناً ثابت ہوا کہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین و انصار کے درمیان بیس رکعتوں سے قیام فرمایا اور کسی نے انکار نہ کیا۔"

اور جو حدیثیں بیس تراویح کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ وہ یہ ہیں:

۱۴- عن یزید بن رومان وانہ قال

کان الناس یقومون فی زمان عمر
بن الخطاب فی رمضان بثلاث
وعشرین رکعۃ رواہ مالک۔

ترجمہ: "یزید بن رومان سے روایت ہے کہ زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں لوگ رمضان میں تئیس رکعتوں سے قیام کرتے تھے اس کو امام مالک نے روایت کیا۔"

۱۵- وعن یحیی بن سعید ان عمر بن
الخطاب امر رجلا فیصلی بھم
عشرین رکعۃ رواہ ابوبکر
بن ابی شیبۃ فی مصنفہ۔

ترجمہ: "اور یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کیا ایک آدمی کو کہ ان کو ۲۰ رکعتیں پڑھائے۔ اس کو ابوبکر بن شیبہ نے مصنف میں روایت کیا۔"

اور محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے:

۱۶- کان الناس یصلون فی زمان عمر
بن الخطاب فی رمضان بعشرین
رکعۃ یطیلون فیها القراءۃ
ویوترون بثلث قیام اللیل۔
مروزی ص۹۱۔

ترجمہ: "محمد بن کعب سے روایت ہے کہ لوگ زمانہ عمر بن خطاب میں ۲۰ رکعتوں سے قیام کرتے تھے اور اس میں لمبی قرأت پڑھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔"

اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں بروایت ابن ابی شیبہ و بیہقی لکھا ہے اور سیوطی نے المصابیح فی صلوٰۃ التراویح میں نقل کیا ہے:

۱۷- عن عمر انہ جمع الناس علی ابی بن کعب
فکان یصلی بھم فی شہر رمضان
عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمع کیا لوگوں کو ابی بن کعب پر اور وہ ان کو رمضان میں ۲۰ رکعت پڑھاتے تھے۔"

اور علامہ عینی شرح بخاری ص۳۵۷ جلد ۵ میں ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہیں:

۱۸- روی الحارث بن ابی ذباب عن السائب
بن یزید قال کان القیام علی عہد
عمر بثلاث وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "حارث بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے روایت کی اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۳ رکعتوں سے قیام کرتے تھے۔"

اور آثار السنن ص۵۵ جلد ۲ میں کنز العمال کے حوالہ سے لکھا ہے:

۱۹- عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب
امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان
فقال ان الناس یصومون النہار
ولا یحسنون ان یقرؤا فلو قرأت
علیہم باللیل فقال یا امیر المومنین
ھذا شیء لم یکن فقال قد علمت
ولکنہ حسن فصلی بھم عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: "ابی بن کعب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے حکم کیا ان کو کہ رمضان میں رات کو نماز پڑھائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور اچھا نہیں پڑھتے تو اگر تم رات کو نماز میں قرأت کرو تو اچھا ہے تو ابی بن کعب نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے کہ پہلے نہ تھی تو عمر بن خطاب نے فرمایا بے شک مجھے علم ہے کہ پہلے نہ تھی لیکن وہ اچھی ہے پس ابی بن کعب نے ۲۰ رکعت پڑھائیں۔"

۳۲۴

معجزۂ شقّ القمر

(آخری قسط)

اسی طرح بخاری، بیہقی، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں شق قمر کا ذکر ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے :

مشرکین مکہ بارگاہ حضور محبوب خدا میں حاضر ہوئے اکابر مکہ وصناد ید قریش ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور نضر بن حارث اور عاص بن وائل اور اسود بن مطلب وغیرہم ساتھ آئے۔ اور عرض کی کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کہ کوہ حرا ان ٹکڑوں کے درمیان تھا۔ اور سب سے ارشاد فرمایا تم گواہ ہو جاؤ۔ تو ہٹ دھرموں نے کہا یہ ان کا بڑا جادو ہے انہوں نے ہماری نظر بندی کر دی۔ دوسرے کفار بولے اگر یہ نظر بندی ہے اور ہم پر جادو کیا ہے تو سب انسانوں پر تو یہ جادو نہیں کر سکتے لہذا باہر سے آنے والے مسافروں سے معلوم کرو اگر انہوں نے بھی شق القمر دیکھا ہے تو حضور اقدس سچے رسول ہیں ورنہ یہ جادو ہے۔

پس مکہ والوں نے مسافروں سے دریافت کیا جن میں ہر سمت سے آنے والے تھے تو ان مسافروں نے شہادتیں دیں کہ چاند کا ٹکڑے ہونا اور کچھ وقفہ کے بعد پھر مل جانا ہم نے دیکھا ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ ہاں کچھ بد مذہبوں بے دینوں عقل کے دشمنوں نے معجزہ شق القمر کا انکار کیا ہے۔ حالاں کہ عقل کو اس کے انکار کی مجال نہیں۔ لا فی القمر مخلوق للہ تعالیٰ یفعل فیه ما یشاء وما یکون یوم القیامة ولیفنیه۔ چاند بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ جیسا چاہے چاند میں تصرف فرما سکتا ہے جیسا کہ لپیٹے گا چاند کو قیامت کے دن پھر اس کو فنا کر دے گا اور اسی کی قدرت سے چاند کا گھٹنا اور بڑھنا اور چاند کو گہن لگنا اور نکلنا اور ڈوبتا ہے اور کتاب مستطاب شفا شریف میں مذکور ہے۔ یعنی اس لچر اعتراض کی طرف کچھ توجہ نہ کی جائے گی کہ اگر شق القمر کا یہ معجزہ ہوا ہوتا۔ تو تمام دنیا والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اس لئے کہ چاند تمام زمین والوں کے لئے ظاہر اور روشن چیز ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دنیا والوں میں کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ معجزہ شق القمر والی رات میں وہ لوگ بیٹھے آسمان کو تکتے رہے پھر بھی چاند کا ٹکڑے ہونا انہوں نے نہ دیکھا بس معجزہ شق القمر ثابت ہے اور پھر فرمایا اور اگر یہ منقول بھی ہوتا کہ مختلف جگہ لوگ آسمان کو تک رہے تھے اور رسد گاہوں میں اتنی تعداد میں جمع تھے کہ انہیں جھوٹا نہیں کہا جا سکتا پھر بھی ان کا نہ دیکھنا ہم پر ہرگز حجت نہیں اس لئے کہ تمام دنیا والوں کے لئے چاند ایک حال اور ایک حد میں نہیں اور کبھی کسی جگہ کے لوگوں کے درمیان بادل یا پہاڑ حائل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ چاند گرہن میں اختلاف ہوتا ہے کہ کہیں نصف اور کہیں کل اور کہیں کچھ نہیں کہ وہاں کے جاننے والے ہی جانتے ہیں نظر کچھ نہیں آتا یہ سب غالب علم والے کا مقرر فرمایا ہوا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ معجزہ شق رات میں ہوا اور رات عموماً آرام و نیند کے لئے لوگ دروازے بھی بند کر لیتے ہیں اور آسمان ہی نہیں بلکہ دنیا سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور امور سماوی سے وہی خبردار ہو سکتا ہے جو اس جگہ کا ہو اور اسی جگہ ہو اور برابر آسمان کو دیکھتا رہے کتنے تغیرات فلکیہ ہوتے ہیں اور لوگ ان سے بے خبر و ناواقف ہی رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ ظہور معجزہ شق القمر کی رات اور اس کی تاریخ و ماہ و وقت کا تعین پہلے سے نہ ہوا تھا کہ مختلف مقاموں کے لوگ دیکھنے کو بیٹھتے یہ تو بغتۃً یکدم یہ یک واقع ہوا کہ کافروں نے حضور سے ایسے دیکھنے کی تمنا کی اور حضور اقدس نے فوراً دکھا دیا خلاصہ یہ کہ معجزہ شق القمر حضور اقدس نے دکھایا اس کا وقوع یقینی ہوا۔ اور موافقین و مخالفین و حاضرین و مسافرین و مشرکین و مسلمین

سوال وجواب

از : حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فاضل حزب الاحناف لاہور

سوال : کیا زکوٰۃ کی رقم سے مسافروں کو روٹی کھلادی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب : زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اگر روٹی خرید کر مسافروں کو مالک بنا دیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ مسافر نادار ہوں مالک نصاب نہ ہوں سادات و بنی ہاشم سے نہ ہوں نیز بدمذہب گمراہ و بےدین نہ ہوں۔ اور اس کا دریافت کرنا دشوار تو سیدھا راستہ یہ ہے کہ سنی صحیح العقیدہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو دیا جائے کہ وہ علم دین حاصل کر رہے ہیں اہل وعیال عزیز و اقارب سے دور ہر قسم کی آسائش سے مجبور تو ان کو دینا موجب اجر موفور ہے۔

سوال : ایک شخص جوکہ دمہ کے مرض میں مبتلا ہے اور جوا بھی کھیلتا ہو۔ اور تنخواہ ملنے کے باوجود مسجد کی تعمیر کا پیسہ بھی کھاتا ہو۔ کوئی شخص مسجد میں گھڑی دے تو وہ بیچ کر کھا جائے۔ وہ شخص مسجد میں امامت کے قابل ہے یا نہیں۔ مندرجہ بالا جو چند سطور آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں خدا کو گواہ و حاضر ناظر کر کے کہا جا رہا ہے بالکل درست ہیں۔ ان تمام حالات کے مطابق علمائے دین کا کیا فیصلہ ہے۔

الجواب : اگر فی الواقع امام مذکور میں یہ عیوب و نقائص موجود ہیں تو وہ فاسق فاجر مستحق نار مورد غضب جبّار ہے اس کو امام بنانا گناہ اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے گی مکروہ تحریمہ ہوگی اس کا اعادہ واجب ہوگا۔ غنیہ میں ہے تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب توہینہ شرعا علیہم۔ نیز حدیث شریف میں ہے لایقبل اللہ صلوٰۃ رجل ام قوما وھم له کارھون۔

سوال : ایک مرد مسمی بندو اور اس کی بیوی مسماۃ زینب کی آپس میں عرصہ دراز سے ناچاقی تھی اور مسمی بندو اکثر علیل رہتا تھا اس کی بیوی مسمات زینب نے روبرو گواہان طلاق کا مطالبہ کیا۔ آخرالامر مسمی بندو نے بحالت علالت اپنی بیوی کی طلب پر بتاریخ ۴ ستمبر ۱۹۵۶ء اسے طلاق بائن دے دی۔ طلاق کے بعد بیماری سے قدرے افاقہ بھی رونما ہوا لیکن پھر بیمار ہوگیا اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو فوت ہوگیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسمات زینب مسمی بندو کی جائداد متروکہ سے وراثت کی حقدار ہو سکتی ہے یا نہ ؟

الجواب : صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ زینب زوجہ بندو نے روبرو گواہان طلاق کا مطالبہ کیا تھا اور بندو نے بحالت علالت اپنی منکوحہ کو طلاق بائن یا تین طلاق مغلظہ دے دیں اور ہنوز عورت عدت میں تھی کہ بندو کا انتقال ہوگیا تو عورت بندو کی جائداد متروکہ سے حصہ لینے کی حقدار ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے :

ولو طلقھا طلاقا بائنا او ثلاثا ثم حیات وھی فی العدۃ فکذالک عندنا ترث۔ ولو انقضت عدتھا ثم مات لم ترث۔

(فتاوی عالمگیری ص۴۶۲)

سوال : ۱- نا بالغ لڑکے کو اذان دینا جائز ہے یا نہیں ؟ باوجودیکہ بالغ مرد بھی حاضر ہیں یا بالغ مرد کی غیر حاضری میں کیا حکم ہے ؟

۲- ظہر کی یا عشا یا جمعہ کی آخری سنت اور نفل چار رکعتیں سنت کی نیت کر کے ملا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو ثواب بھی ہے یا نہیں ؟

(طالب العلم عبد الحکیم)

الجواب : ۱- سمجھ وال بچہ کی اذان صحیح ہے لیکن اذان کہنے کا اہل وہ ہے جو اوقات نماز پہچانتا ہو اور وقت نہ پہچانتا ہو تو وہ اس ثواب کا مستحق نہیں جو موذن کے لئے ہے۔ (غنیۃ - عالمگیری)۔

۲- ظہر و مغرب و عشا کے بعد جو مستحب ہے اس میں سنت موکدہ داخل ہے مثلاً ظہر کے بعد چار پڑھیں تو موکدہ و مستحب دونوں ادا ہو گئیں - اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ موکدہ و مستحب دونوں کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرے۔ یعنی چار رکعت پر سلام پھیرے - (فتح القدیر)

سوال : اقبال بیگم کو اس کے خاوند اصغر بیگ نے تین طلاقیں دے دی ہیں - شریعت کی رو سے اس کے متعلق کیا حکم ہے کیا یہ طلاقیں ہو گئی ہیں یا نہیں اس کے متعلق جواب عنایت فرما دیں ؟

الجواب : صورت مسؤلہ میں اصغر بیگ نے اگر اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دی ہیں تو عورت اس کے حبالہ نکاح سے نکل کر حرام قطعی ہو گئی اب بعد انقضا عدت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اصغر بیگ دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتا جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے۔

لقولہ تعالیٰ: فان طلقہا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ -

سوال : محلہ کی مسجد میں احناف کے نزدیک جماعت ثانی جائز ہے کہ نہیں جبکہ اس مسجد میں امام بھی مقرر ہو اور پنج وقت جماعت باقاعدہ ہوتی ہو - ایک کتاب میں بحر الرائق و عالمگیری لکھا ہوا ہے کہ محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی جائز ہے لیکن یہ جماعت مصلے سے ہٹ کر ہونی چاہیئے اور ہدایہ میں اس کا عکس ہے - بحو الہ کتب جواب سے مستفیض فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

۲- اپنی منکوحہ کا بعد از وفات منہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد اپنی عورت کا منہ نہیں دیکھنا چاہیئے - کیونکہ وہ اب اس کے نکاح سے خارج ہو گئی ہے۔

(محمد تقی الاسلام مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور)

الجواب : ۱- جماعت ثانیہ جائز ہے جب کہ علی ہیئتہ الاولی نہ ہو یعنی دوبارہ اذان و اقامت نہ کی جائے اور جگہ بدل کر امام کھڑا ہو - اس مسئلہ میں مفصل رسالہ القسطوف الدانیہ ملاحظہ کیجیئے -

۲- زوج اپنی منکوحہ کا مرنے کے بعد منہ دیکھ سکتا ہے باقی بدن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں -

سوال : کیا گاؤں میں صلاۃ الجمعہ اور صلاۃ العیدین ہو سکتی ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب : ہمارے امام کے مذہب میں جمعہ و عیدین کے لئے شہر ہونا شرط ہے - دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نماز فرض و واجب نہیں - جملہ شرائط بہار شریعت حصہ چہارم میں مفصل درج ہیں چہارم حصہ منگا کر مطالعہ کیجئے۔

سوال : بعد از نماز جماعت با آواز بلند تین دفعہ کلمہ شریف پڑھنا درست ہے یا کہ آہستہ یا کہ نہیں ؟

الجواب : نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے

فارغ ہو کر تین مرتبہ استغفار فرماتے اور اللھم انت السلام الخ پڑھتے اور یہ بھی فرمایا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ - ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو ہر نماز کے بعد تو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور اس کے علاوہ مختلف دعائیں مروی ہیں۔ کلمہ شریف پڑھنا منع نہیں جو میسر ہو پڑھیں۔ دونوں طرح جائز ہے۔ بآواز بلند پڑھنے میں چند فائدے ہیں جن کو نہیں آتا وہ سیکھ لیں گے اور جہاں تک آواز جائے گی حجر و شجر گواہی دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال : ۱- زید نے نماز عصر میں امام کے ساتھ آخری دو رکعت پائیں۔ سلام امام کے بعد زید بقایا دو رکعت ادا کرتا ہے ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ کر بغیر دوسری سورت پڑھے رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں خیال آیا کہ اس نے سورہ الحمد کے ساتھ دوسری سورت نہیں پڑھی۔ اس خیال پر وہ پھر قیام کر کے سورت پڑھنے لگ گیا۔ اور پھر رکوع کیا اور نماز ختم کرتے وقت سجدہ سہو نکالا آیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

۲- کیا سورہ فاتحہ قرأت میں شمار ہے یا علیحدہ ؟ سورہ الحمد شریف پڑھنے کے بعد کتنی مقدار (قرأت) فرض ہے ؟

الجواب : ۱- صورت مسئولہ میں نماز درست ہو گئی۔ سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا واجب ہے۔ اگر سہواً ضم سورت نہ کیا اور رکوع میں چلا گیا تو آخیر میں سجدہ سہو کافی تھا لیکن جب سہواً رکوع میں چلا گیا اور پھر قیام کیا اور پھر قرأت کی۔ پھر رکوع کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لیا نماز ہو گئی۔ ردالمحتار جلد اول میں ہے :

والتحقیق ان تقدیم الرکوع علی القراۃ مطلقا موجب لسجود السہو لکن اذا رکع ثم قام فقرا فان اعاد الرکوع صحت صلوتہ والا فسدت اما اذا رکع قبل القرأتہ اصلا فظاہر و اما اذا قرا الفاتحۃ مثلا ثم رکع فتذکر السورۃ فعاد فقرأها و لم یعد الرکوع فلان ما قرأہ ثانیا التحق بالقراۃ الاولی فصار الکل فرضا فارتفض الرکوع فاذا لم یعدہ تفسد صلوتہ ...... الخ

۲- قرأت رکن صلوۃ ہے یعنی مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھنا واجب ہے بقدر ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا فرض ہے۔

بزمِ رضوان

اس ہفتہ مندرجہ ذیل احباب اہل سنت نے توسیع اشاعت رضوان میں حصہ لیا۔ اور غربا کے نام رسالہ جاری کرائے۔ فجزاھم اللہ تعالےٰ خیر الجزاء۔

جناب مولانا سید زاہد علی صاحب جامعہ رضویہ لائل پور ۱ خریدار
" " محمد الیاس خطیب چک ۵۲۴ ضلع لائل پور ۱ "
" محترم پروفیسر محمد علی صاحب ریٹائرڈ لاہور ۲ "
" " اللہ یار خاں صاحب نور پور ۳ "
" " محمد ظہیر الدین صاحب چاٹگام ۵ "
" " احمد حسن صاحب دادو سندھ ۲ "

زکوٰۃ فنڈ

جناب محترم حافظ قادر بخش صاحب دکاندار اندوال ۱۹-۱۲-۰۰
" " مولانا وزیر الدین نادونی لاہور ۱۸-۰-۰۰
" " محمد امین صاحب چوہان اول مدرس لوکن خورد ضلع منٹگمری ۴-۰-۰۰

کل میزان ۴۱-۱۲-۰۰

اس رقم سے ذیل کے ۷ عدد مستحق افراد کے نام ایک ایک سال کے لئے رضوان جاری کیا گیا۔

۱۔ مولوی حافظ رحمت علی متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری۔
۲۔ مولوی حافظ محمد شعبان متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری
۳۔ راجہ رشید احمد خاں محمود میانوی مکان نمبر ۵/۱۲ میانی ضلع سرگودھا۔
۴۔ مولوی محمد عبدالحق جامع مسجد چھوک حافظ والی بمقام ڈاک خانہ بھکر ضلع میانوالی۔
۵۔ محمد عبداللہ طالب علم مدرسہ کریمیہ حنفیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور
۶۔ حافظ محمد حسین امام مسجد چک ۵۶۱ ضلع لائل پور
۷۔ محمد جان الہ آبادی دارالعلوم منظر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف بھارت۔

معذرت / بہت سے غریب و نادار طلبا مدارس دینیہ کی درخواستیں دفتر میں آچکی ہیں۔ ہم ان سے معذرت چاہتے ہیں کہ اس فنڈ میں اتنی رقم موصول نہیں ہوتی کہ یکدم سب کے نام رسالہ جاری ہو سکے۔ جس قدر رقم وصول ہوتی ہے۔ ترتیب وار ہم رسالہ جاری کر دیتے ہیں مخیر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ غریب فنڈ میں بمد زکوٰۃ کچھ نہ کچھ بھیج دیا کریں تاکہ دوسرے مستحق افراد کے نام بھی رسالہ جاری کیا جا سکے۔ اور اس طرح وہ افراد جو بوجہ غربت رضوان نہیں خرید سکتے وہ بھی رضوان سے دینی فائدہ حاصل کر سکیں۔

تعارف وتبصرہ

(ابوالاسد حقانی)

آنحضرت کی بشریت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کے ثبوت میں حضرت مولینا محمد امام الدین صاحب مدظلہ العالی کی مفید تالیف ہے۔ آٹھ آنہ کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر ذیل کے پتہ سے منگا کر ضرور پڑھیئے۔ اور اپنا ایمان تازہ کیجئے:
مولانا امام الدین صاحب قادری کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ۔

اظہار حق

حضرت مولانا علامہ حسن الدین صاحب ہاشمی مدرس دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی تازہ تالیف جس میں مسئلہ علم غیب حاضر وناظر۔ نور استمداد کو دلائل قاہرہ سے ثابت کیا گیا ہے اور وہابیہ کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ بھی آٹھ آنہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مکتبہ رضوان دہلی گیٹ لاہور سے دستیاب ہو سکتا ہے

ابنیت مسیح

فاضل نوجوان مولانا سید سعادت علی صاحب قادری نے اس کتابچہ عیسائیوں کے عقیدہ "مسیح ابن اللہ" کے بطلان پر عقلی ونقلی دلائل دیئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت پر مفصل ومدلل بحث کی ہے۔ یہ رسالہ انجمن اشاعت مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان سے دو آنہ کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر منگائیے۔

حنفی پاکٹ بک

اس میں مسلک اہلسنت وجماعت کی تائید اور شیعیت و غیر مقلدیت کی تردید میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب قادری نے دلائل شرعیہ جمع کر دیئے ہیں اور نہایت ہی آسان زبان میں متنازعہ فیہ مسائل پر بحث کی ہے۔ اطاعت ومحبت رسالت۔ عصمت انبیا۔ عظمت صحابہ۔ بنات رسول تقلید آمین۔ رفع یدین۔ قراۃ خلف الامام۔ تراویح روزہ ایسے مسائل پر سیر حاصل تبصرہ کر کے دلائل قرآنی واحادیث نبویہ وارشادات ائمہ پیش کئے ہیں۔ اس پاکٹ بک کا ہر سنی مسلمان کے گھر میں ہونا نہایت مفید ہے۔ صفحات ۲۵۶ قیمت عہ/ ذیل کے پتہ سے طلب کیجئے۔
مولانا فتح محمد صاحب کتب خانہ قادریہ جلالیہ جلال پور پیروالہ ضلع ملتان۔

سوانح احمدی

کتاب سوانح احمدی کے چھ نسخے تھے جو ختم ہو گئے۔ اب کوئی صاحب طلب نہ فرمائیں۔ چھ نسخوں کے لئے کئی آرڈر تقریباً بیس تیس آگئے تھے۔ اور بذریعہ قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا۔ جن حضرات کا نام آگیا ان کو سوانح احمدی بھیجدی گئی۔

ارغام حاسد

رسالہ زیر نظر کے متعلق یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اس کے موئف حضرت استاذ العلما مولانا مفتی عبدالحمید صاحب سابق مفتی آگرہ وشیخ الحدیث دارالعلوم انوار العلوم ملتان ہیں جن کا تبحر علمی

(باقی صفحہ پر)

دیکھئے کتنے واضح اور صاف لفظوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمارہے ہیں لیکن پھر آپ نے اپنا یہ ارادہ ملتوی فرما دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ میں اس لئے تحریر کے ارادہ کو ملتوی کرتا ہوں کہ صدیق اکبر بہرصورت خلیفہ ہوں گے۔ اور میرے بعد مسلمان انہیں کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس کے خلاف ہوگا ہی نہیں۔ لہذا یہ صاف وصریح ارشاد قرینہ ہے اس بات کا اب دوبارہ جو حضور نے سامان کتابت طلب فرمایا تھا وہ بھی بنا بر احتیاط حضرت صدیق اکبر ہی کی خلافت کی تصریح کے لئے تھا۔ یہ ہی وجہ ہے آخری وقت میں صدیق اکبر کو نماز میں امام بنا کر اس تفصیل قول کو عملی رنگ میں پیش کر دیا اور حضور کے وصال کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو صحابہ نے یہ کہہ کر "جب حضور نے وفات پائی تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور کیا۔ ہم نے دیکھا کہ حضور نے نماز میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا تھا اس لئے ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسی کو پسند کیا۔

من رضی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا۔

جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔" (طبقات ابن سعد جز ثالث قسم اول)

لہذا صحابہ کرام نے مذکورہ بالا جملہ کہہ کر حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حضور اکرم کی یہ پیشگوئی سچی ہوگئی۔ کہ

"صدیق اکبر کے سوا کسی اور کے خلیفہ ہونے کو اللہ تعالیٰ اور مومنین ناپسند کرتے ہیں۔" (بخاری)

غرضنکہ متعدد صحیح حدیثیں اہل سنت وجماعت کے اس دعویٰ کی تائید کرتی ہیں کہ حضور دوبارہ سامان کتابت حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی تصریح کے لئے منگا رہے تھے۔

۲۵۳ **وحئ خداوندی یا اجتہادِ نبوی**: اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھوانے کا ارادہ وحی خداوندی کے ماتحت فرمایا تھا یا اپنے اجتہاد کے ماتحت۔

میرے نزدیک صحیح یہ ہی ہے کہ حضور نے تحریر لکھوانے کا ارادہ اپنے اجتہاد کے ماتحت فرمایا تھا کیونکہ اگر آپ کا یہ ارادہ وحی الٰہی کے ماتحت ہوتا تو تحریر لکھوانا آپ کا فرض نبوت قرار پاتا اور نبی اپنے فرض نبوت میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ لہذا حضور حکم الٰہی کے باعث بہرصورت تحریر لکھواتے۔ رہا حاضرین یا حضرت عمر تو حضور ان کو صاف صاف فرما سکتے تھے کہ میری علالت اس تحریر کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ تم میری ناسازگی طبیعت کا خیال کر کے تحریر نہ لکھوانے کا مشورہ دے رہے ہو مگر یہ تحریر تو حکم خداوندی ہے یہ بہرصورت لکھوائی جائے گی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور نے تحریر نہ لکھوائی لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ حضور کا تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمانا یہ بھی اجتہاد پر مبنی تھا اور پھر اس کو ملتوی فرما دینا یہ بھی اجتہاد ہی پر مبنی تھا۔ یعنی پھر آپ نے مصلحت اس بات میں دیکھی کہ تحریر نہ لکھوائی جائے اس لئے نہیں لکھوائی۔ اور ان امور کو حضور نے زبانی بیان فرما دیا۔ جیسا کہ واقعہ قرطاس کی مذکورہ بالا روایات سے ظاہر ہے۔ نیز اسی سے حاضرین میں سے ان افراد کی فضیلت بھی نکلتی ہے جن کی رائے کو حضور نے پسند فرمایا اور ان کے یہ عرض کرنے پر کہ:

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تکلیف میں ہیں لہذا تحریر لکھوانے کی آپ کو تکلیف کیوں دی جائے۔"

حضور خاموش رہے۔ آپ کا خاموش رہنا آپ کی رضامندی اور خوشنودی کی دلیل ہے ۔۔۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ حضور نے

تحریر لکھوانے کا ارادہ وحی الٰہی کے ماتحت فرمایا تھا۔ تو پھر یہ حقیقت ہے کہ ایک عمر نہیں بلکہ کروڑوں عمر بھی حسبنا کتاب اللہ کہتے آپ تحریر بہر صورت لکھواتے لیکن حال یہ ہے کہ حضور نے تحریر نہیں لکھوائی۔ لہذا اب یہ ماننا پڑے گا کہ حضور نے حاضرین کے اختلاف کے بعد تحریر نہ لکھوانے کا جو ارادہ فرمایا وہ بھی وحی الٰہی کے ماتحت تھا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمانا اور پھر اس کو ملتوی فرما دینا دونوں

وحیِ الٰہی پر مبنی تھے۔

چنانچہ حاضرین کے اختلاف کے بعد حضور کا خاموش رہنا اور تحریر نہ لکھوانا اس امر کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ وحی دوبارہ آئی اگر وحی نہ آتی تو حضور ہرگز ہرگز خاموشی اختیار نہ فرماتے۔ چنانچہ ہمارے شارحینِ حدیث نے ان دونوں باتوں کو لیا ہے۔ عینی و فتح الباری کے دو حوالے اس وقت پیش کیے جا رہے ہیں جو یہ ہیں :

ثم ظهر للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان المصلحة تركه او اوحى اليه.

پھر حضور کے لیے یہ ظاہر ہو گیا کہ مصلحت نہ لکھنے میں ہے یا نہ لکھنے کے بارے میں وحی آ گئی۔

(عینی جلد ۲ صـ ۱۷۲)

حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

۲۵۴ وعزمه صلى الله عليه وسلم كان بالوحي واما بالاجتهاد وكذالك تركه ان كان بالوحي فبالوحي والا فبالاجتهاد

اور لکھنے کا ارادہ اگر وحی سے تھا تو ترک بھی وحی سے تھا اور اگر لکھنے کا ارادہ اجتہاد سے تھا تو ترک بھی اجتہاد سے تھا۔

(فتح الباری جلد ۸ صـ ۱۰۱)

پھر یہ بات صرف سُنّی شارحین ہی نے تسلیم نہیں کی بلکہ شیعہ علما نے بھی وحیِ خداوندی کا آنا تسلیم کیا ہے چنانچہ شیعوں کی نہایت معتبر اور مشہور کتاب فلک النجات جلد اول صـ ۲۳۷ میں ہے :

واما سكوته عليه السلام بعد التنازع ما كان من عنده بل كان بوحي كما بين في مقامه.

اور حضور کا حاضرین کے اختلاف کے بعد خاموش رہنا (یعنی تحریر نہ لکھوانا) اپنی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ وحیِ خداوندی کے ماتحت تھا جیسا کہ اپنے مقام پر خوب واضح کر دیا گیا ہے۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ ایک کٹر شیعی عالم سے وہ بات لکھوا دی جس نے تمام الزامات کا صفایا کر دیا پس معلوم ہوا کہ چاہے حضور کا تحریر لکھوانے کا ارادہ اپنے اجتہاد سے ہو یا وحیِ الٰہی کے ماتحت ہو۔ حضور کا خاموش رہنا اور تحریر نہ لکھوانا بھی اللہ کے حکم سے تھا اور جب بات یہ ہے تو اس سے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور بڑھ گئی کہ یہ وہ بزرگ ہستی ہیں کہ جن کی رائے کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور ان کی رائے سے موافقت کی اور وحیِ الٰہی نے بھی حضرت عمر کی تائید فرمائی اسی کو اہل سنت وجماعت کی اصطلاح میں موافقت عمر سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ مقامات جہاں حضرت عمر کی رائے سے

حضور اکرم نے موافقت فرمائی - یہی وجہ ہے کہ شارحینِ حدیث نے واقعہ قرطاس کو بھی موافقاتِ عمر سے شمار کیا ہے - دیکھو فتح الباری جلد اول صفحہ نمبر ۱۶۹ - اور حضرت عمر کے مشورے دینا کوئی نئی چیز نہیں ہے - انہوں نے اس قسم کے مشورے متعدد مقامات پر دیئے ہیں - مثلاً ازواج مطہرات کے پردہ کرانے اور مقام ابراھیم کو مصلّٰی بنانے کا مشورہ - سبحان اللہ یہ سب مشورے - شریعت مطہرہ میں قبول ہوئے - پھر اگر یہ بھی ایک مشورہ حضرت عمر نے دیا اور بارگاہِ نبوت میں شرف قبول پا گیا تو قابلِ اعتراض کیوں ہو۔

لفظ ھَجَرَ کی تحقیق - اور یہ لفظ کس نے کہا :

واقعہ قرطاس سے حضرات شیعہ حضرت عمر پر جو الزامات قائم کرتے ہیں ان میں سب سے اہم اور سب سے شدید الزام ان کا یہ ہے کہ جب حضور نے سامانِ کتابت لانے کا حکم دیا تو حضرت عمر نے کہا ٗ ھجر - شیعہ کہتے ہیں کہ ھَجَرَ کے معنی یہاں صرف ہذیان کے ہیں اور یہ لفظ حضرت عمر نے رسولِ کریم کی شان میں کہہ کر آپ کی سخت و شدید توہین کی ہے - جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ہی غلط اور افتراء محض ہے کہ لفظ ھجر حضرت عمر نے کہا - بخاری میں یہ حدیث سات جگہ آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر سے منقول نہیں. بلکہ قالوا جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے. جس کا ترجمہ یہ ہے " یہ لفظ لوگوں نے کہا " مگر کس نے کہا ؟ کسی بھی صحیح و معتبر روایت میں اس کا نام مذکور نہیں ہے البتہ شارحین نے اپنے قیاس سے کام لیا ہے - کسی نے لکھا یہ قول اس جماعت کا ہے جو تحریر لکھوانے کے حق میں تھی - اور کسی نے لکھا کہ کچھ لوگ نومسلم تھے ان کا یہ مقولہ ہے - غرض کہ حضرت عمر کی طرف اس قول کو منسوب کرنا بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے - چنانچہ ایک عرصہ سے مجتہدین شیعہ اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ کوئی ایسی روایت مل جائے جس سے یہ ثابت ہو ۲۵۵
سکے یہ لفظ حضرت عمر کا مقولہ ہے مگر نہیں ملی - اور نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت عمر نے لفظ ھجر کہا تھا. لہذا جب حضرت عمر کا لفظ ھجر کہنا ثابت ہی نہیں تو ان پر الزام کیسا۔

دوم : ھجر یھجر باب نصر ینصر کے وزن پر لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے :

۱- جب یہ متعدی استعمال ہو تو ھجر ان سے مشتق ہو گا اور اس کے معنی کسی چیز کے چھوڑ دینے کے ہوں گے۔

۲- اور جب یہ لفظ لازم استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنی بلا ارادہ بات کرنے کے ہوں گے. خواہ نیند میں آدمی بات کرے یا غلبہ مرض کی وجہ سے بے اختیار زبان سے جملے نکالے جس کو ہذیان کہتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے یہاں لفظ ھَجَرَ کے کیا معنی ہیں اور کون سے معنی یہاں اولیٰ ہیں. تو حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے یہاں ھَجَرَ کے معنی ہذیان کے نہیں. بلکہ جدائی کے ہیں چنانچہ یہ لفظ بمعنی جدائی قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے واھجرھم ھجراً جمیلا اور عربی اشعار میں تو اس کثرت سے یہ لفظ جدائی اور فراق کے معنی میں آیا ہے کہ دوسرے معنی کی طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا. نیز احادیث میں بھی لفظ ھجر جدائی کے معنی میں آیا ہے. حضرت عائشہ صدیقہ پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں :

واللہ لقد ھجرنی القریب والبعید حتی ھجرتنی الھرۃ۔	خدا کی قسم مجھے قریب و بعید سب نے چھوڑ دیا حتیٰ کہ (میری پالتو بلّی) نے بھی مجھ سے کنارہ کشی کر لی۔

(حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۶۶۳)

بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۸۷ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو یا ناراض

ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی وہ کیسے حضور نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو قسم اس طرح کھاتی ہو لَا وَرَبِّ مُحَمَّد ــ اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو قسم ان لفظوں سے کھاتی ہو لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْم۔ جب حضور نے یہ فرمایا تو حضرت عائشہ نے عرض کی :

قلت اجل واللہ یا رسول اللہ ما اھجر الا اسمک ۔ — میں نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ (ناراضگی کی حالت میں) میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں (یعنی آپ کو تو چھوڑنا ممکن ہی نہیں ہے)۔

دیکھئے یہاں بھی ما اھجر کا لفظ چھوڑنے کے معنیٰ میں آیا ہے۔ غرض کہ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ ھجر کے معنیٰ چھوڑنے کے بھی آتے ہیں۔ اور صراح وغیرہ کتب لغت میں ہے ھَجْر ہجراں جدائی کردن از نفر اسی لیے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا کہ اھجر فعل ماضی من الھجر بفتح الھا و سکون الجیم والمفعول محذوف ای الحیاۃ (فتح الباری) اور لغات حدیث کے امام صاحب مجمع البحار نے لکھا ان معناہ ھجر کم رسول اللہ من الھجر ضد الوصل۔ یعنی ھجر کے معنیٰ یہاں جدائی کے ہیں۔

لہذا اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہ کا ترجمہ یہ ہوا کہ حضور سے پوچھو تو کیا جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے؟ یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمایا اور چونکہ یہ تحریر اسی مرض میں لکھوانی چاہی جس میں آپ کا وصال ہوا تو حالات کو دیکھ کر صحابہ کے قلوب پر ایک بجلی سی گری۔ اور ان میں سے کسی نے کہا آھجر استفھموہ حضور سے دریافت تو کرو کیا جدائی اور ۲۵۶
فراق کا وقت قریب آ گیا ہے (کہ حضور آخری وصیت لکھوانا چاہتے ہیں) چنانچہ حاضرین میں سے کسی کا یہ کہنا کہ "استفھموہ" (حضور سے پوچھو تو؟)۔ یہ پوچھنے کا مضمون صاف اس امر پر قرینہ ہے کہ یہاں ھجر بمعنیٰ ہذیان نہیں ہے کیونکہ جس کو ہذیان ہو جائے اس سے پوچھنا کیسا؟

سوم : اگر حضرات شیعہ یہ اصرار کریں کہ لفظ ھجر کا معنیٰ یہاں ضرور ہذیان ہی کے ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ یہ لفظ ہمزۂ استفہام کے ساتھ مروی ہے چنانچہ بخاری کی چھ روایتوں میں ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی اس طرح ہے :

فَقَالُوْا اَھَجَرَ رَسُوْلُ اللہ

فَقَالُوْا مَالَہٗ اَھَجَرَ رَسُوْلُ اللہ

فَقَالُوْا مَا شَانُہٗ اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ۔

دیکھئے ہر جگہ ھجر کا لفظ ہمزہ کے ساتھ ہے۔ صرف ایک روایت میں بے ہمزہ ہے مگر حسب قاعدہ اصول حدیث جو روایت بے ہمزہ ہے اس میں بھی ہمزہ مانا جائے گا۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۲۴ پر فرماتے ہیں :

"اگر در بعضے روایات حرف استفہام مذکور نہ باشد مقدر است۔"

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۳۰۸ میں رقم فرماتے ہیں :

والروایات کلھا تدل علی انہ استفہام
ملحوظ او مقدر۔

علاوہ نووی نے مسلم ص۳۱۳ جلد ۲ مجتبائی میں لکھا اھجر علی الاستفہام وھو اصح علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا الراجح فیہ اثبات ھمزۃ الاستفہام غرض کہ اہل سنت شارحین نے تصریح کی ہے کہ جس روایت میں ہمزہ نہیں ہے وہاں بھی ہمزہ مانا جائے گا۔ تو اگر لفظ ھجر ہذیان کے معنیٰ میں بھی لے لیا جائے تو بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ اس لفظ کے ساتھ ہمزہ بھی ہے جو استفہام انکاری ہے اور اھجر کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ

جو لوگ تحریر لکھوانے کے حق میں تھے۔ انھوں نے دوسرے فریق کا قول رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ حکم نبوی کی تعمیل میں توقف کیوں کرتے ہو؟ کیا حضور کا یہ ارشاد ہذیان ہے؟ یعنی چونکہ آپ کی زبان سے ہذیان صادر نہیں ہو سکتا اس لئے بحضور نبوی سامان کتابت پیش کر دینا چاہیئے۔

غرضکہ اگر انصاف و دیانت کے ساتھ غور کیا جائے تو حضور کو ہذیان گو کہنے کا الزام حضرت عمر تو کیا حاضرین مجلس میں سے کسی پر قائم ہی نہیں ہوتا۔ لیکن ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے۔

چند اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات :

مذکورہ بالا توضیحات سے واقعہ قرطاس کا ہر پہلو صاف ہو گیا مگر اب ہم مزید وضاحت کے لئے اعتراضات کے مختصر جوابات تحریر کئے دیتے ہیں

۲۵۷

اعتراض اوّل : حضرت عمر نے لفظ ھجر کہا اور حضور کو ہذیان گو قرار دیا ؟

جواب : کسی بھی صحیح و معتبر روایت سے یہ ثابت نہیں کہ لفظ ھجر حضرت عمر نے کہا تھا۔ بخاری میں سات جگہ یہ روایت آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر سے منقول نہیں اور حضرات شیعہ قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ لفظ حضرت عمر نے کہا تھا جب یہ لفظ حضرت عمر کا مقولہ ہی نہیں تو پھر ان پر الزام کیسا۔ ؟

اعتراض دوم : لفظ ھجر کا معنیٰ یہاں صرف ہذیان ہے۔ حضور کو ہذیان گو کہنا آپ کی سخت توہین ہے ؟

جواب : لفظ ھجر یہاں ہذیان کے معنیٰ میں نہیں بلکہ جدائی کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تحریر لکھوانے کا ارادہ فرمایا جو آخری وقت میں تھی تو قلوب صحابہ پر ایک بجلی سی گری اور ان میں سے کسی نے کہا اھجر استفہموہ کیا جدائی کا وقت آ گیا حضور سے پوچھو تو ؟ یہ پوچھنے کا مضمون صاف قرینہ ہے کہ یہاں ھجر ہذیان کے معنیٰ میں نہیں ہے کیونکہ جس کو ہذیان ہو جائے اس سے پوچھنا کیسا ؟ **ثانیاً** اگر یہ لفظ یہاں بمعنیٰ ہذیان بھی ہو تو کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ ہمزہ استفہام انکاری موجود ہے لہذا حضور کو ہذیان گو کہنے کا الزام حضرت عمر تو کیا حاضرین میں سے کسی بھی صحابی پر قائم نہیں ہوتا۔

اعتراض سوم : حضرت عمر نے ایسی ضروری تحریر نہ لکھنے دی جو امت کو گمراہی سے بچاتی ؟

جواب : تحریر نہ لکھوانے کا الزام حضرت عمر پر ہرگز ہرگز نہیں آ سکتا۔ کیونکہ سامان کتابت لانے کا حکم تو حضور نے

حضرت علی کو دیا تھا جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکم تو ہو حضرت علی کو اور الزام قائم کیا جائے حضرت عمر پر۔

دوم: بخاری شریف میں لفظ ائتونی جمع کا صیغہ آیا ہے جس کے مخاطب صرف حضرت عمر نہیں ہیں بلکہ تمام حاضرین مجلس ہیں۔ لہذا اگر عدم تعمیل کا الزام حضرت عمر پر قائم کیا جائے گا تو حضرت علی پر بھی یہ ہی الزام قائم ہوگا۔ سوم: اگر یہ تحریر ایسی ہی ضروری تھی تو اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک حضور حیات رہے۔ آپ اس مدت میں جب حضرت عمر نہ ہوتے تحریر لکھوا دیتے۔ یا حضرت علی پر لازم تھا کہ وہ لکھوا لیتے۔ رہے حضرت عمر تو اگر بالفرض وہ روک رہے تھے تو ان کا روکنا چیز ہی کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کی وجہ سے ایک امر خداوندی کی تبلیغ سے کیسے باز رہ سکتے تھے چہارم: واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل دین کے اتمام کا اعلان قرآن نے کر دیا تھا اور امت کو گمراہی سے بچانے والے جس قدر امور تھے وہ سب بیان ہو چکے تھے۔ ایسی صورت میں اگر یہ مانا جائے کہ ابھی کچھ ایسے امور باقی رہ گئے تھے جن کی تبلیغ نہ ہوئی تھی تو پھر تو تکمیلِ دین کا قرآنی اعلان غلط ہو جائے گا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور کا یہ حکم وجوبی نہ تھا اور جو امور حضور لکھوانا چاہتے تھے وہ ایسے نہ تھے جن کے بغیر دین ناقص رہ جاتا اور نہ وہ ایسے بنیادی احکام تھے کہ جن پر امت کی دین میں ہدایت یا گمراہی موقوف تھی۔

اعتراض چہارم: حضرت عمر نے حضور کو مخاطب کر کے حسبنا کتاب اللہ کیوں کہا۔ آخر ایسا کہنے کا موقع ہی کیا تھا؟

جواب: ۱۔ یہ خالص جھوٹ اور افترا محض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور کو مخاطب بنا کر یہ جملہ نہیں کہا۔ بلکہ حاضرین مجلس کو مخاطب کیا تھا۔ چنانچہ حدیث قرطاس میں عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ کے صاف وصریح ۲۵
جملے موجود ہیں اور عندکم القرآن کا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت عمر نے حاضرین مجلس کو مخاطب کیا تھا حضور کو نہیں۔

۲۔ حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت پر مبنی تھا کیونکہ جب وہ سمجھ گئے کہ حضور کا یہ ارشاد وجوبی نہیں ہے اور جو امور آپ لکھوانا چاہتے ہیں وہ بھی کوئی نئے احکام یا ایسے احکام نہیں نہیں جن پر دین کی تکمیل موقوف ہو اور جن کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جائے تو ایسی صورت میں ان کے عشق ومحبت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ایسی تحریر کے لئے حضور کو مرض کی اس شدت میں تکلیف دی جائے۔ اس لئے انھوں نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر اس بات کا اظہار کیا۔ کہ قرآن نے دین کے کامل ومکمل ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ لہذا حضور کو ایسے وقت میں کیوں تکلیف دی جائے چنانچہ حضرت عمر کی زبان سے جب عشق ومحبت کے تقاضوں کے ماتحت یہ جملے صادر ہوئے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عمر سے موافقت فرمائی اور قلم دوات منگانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ لہذا حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا تو ان کے علم وفراست کی دلیل ہوا۔ حضور کے حکم کو رد کرنا نہ ہوا بلکہ آپ کی تعظیم وتوقیر ہوئی۔ اور یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ قلم دوات لانے کا حکم تو دراصل حضرت علی کو تھا۔ اور حضرت عمر نے تو یہ جملے حضرت علی کی تائید میں کہے تھے کیونکہ ان کی رائے بھی یہ ہی تھی کہ اس وقت حضور کو تحریر کی تکلیف نہ دی جائے (جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوا) پس ایسی صورت میں حضرت عمر پر کیا الزام؟

اعتراض پنجم: حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر حدیث نبوی کے دینی حجت ہونے سے تو انکار کر دیا؟

جواب: اول تو حسبنا کتاب اللہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حدیث رسول کی ضرورت نہیں۔

کیونکہ ایک کے ذکر سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی ورنہ آیت حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ رسول کی ضرورت نہیں ہے پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے وہ یقیناً حدیث رسول کی حجیت کا بھی قائل ہوگا۔ مومن بالقرآن کے لئے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ حدیث نبوی کا انکار کرے ۔ پس حسبنا کتاب اللہ کے لفظ میں کتاب اللہ اور سنت نبوی دونوں مراد لئے جائیں گے۔ **ثانیاً** حضرت عمر نے خصوصیت کے ساتھ کتاب اللہ کا نام دراصل آیہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لیا تھا۔ مطلب ان کا اس جملہ سے یہ تھا کہ حضور جو امور اس وقت لکھوانا چاہتے ہیں وہ دین کے ضروریات سے نہیں ہیں کیونکہ قرآن نے دین کے کامل و مکمل ہونے کا اعلان کر دیا ہے لہذا اس وقت حضور کو تحریر کی زحمت کیوں دی جائے ؟ چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو امور حضور تحریر کرانا چاہتے تھے اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ ایسے احکام تھے جن کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا۔ یا وہ دین کے ایسے بنیادی احکام تھے جو پہلے بیان نہیں ہوئے تھے اور ان کا بیان کرنا حضور کا فرض نبوت تھا۔ یا وہ ایسے امور تھے جو اس سے قبل کے کسی حکم کے منسوخ کرنے کے لئے تھے تو اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک تو آیہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کی تکذیب ہوگی دوسرے حضور پر یہ الزام قائم ہوگا کہ معاذ اللہ آپ نے **بلغ ما انزل الیک** پر عمل نہ کیا۔

اعتراض ششم : حضور کے سامنے آواز بلند کرنا حرام ہے اور قصہ قرطاس میں تو حضرت عمر ہمراہیوں کے ساتھ جھگڑے اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچ گئی تو کیا یہ حبط عمل کے لئے کافی نہ ہوا ؟

جواب : حضور کے آداب میں سے قرآن نے یہ بتایا ہے کہ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول** ۔ الخ ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور نہ آپ کے ساتھ ایسے زور سے بات کرو جیسے تم آپس میں بولا کرتے ہو۔ لیکن اس مجلس میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی ظہور میں نہیں آئی۔ نہ حضور کی آواز

۲۵۹ پر کسی نے اپنی آواز کو بلند کیا۔ اور نہ حضور کو ایسے مخاطب کیا جیسے عام لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے پھر اعتراض کیسا ؟ **ثانیاً** قرآن نے حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کی ممانعت کی ہے لیکن حضور کے سامنے مطلقاً بلند آواز سے بولنے کی نہ ممانعت کی ہے اور نہ اس کو بے ادبی قرار دیا ہے چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ حضور کی موجودگی میں کوئی سائل آتا اور بلند آواز سے سوال کرتا۔ جنگوں میں نعرے لگائے جاتے تھے۔ صحابہ کرام بحضور نبوی آپس میں مسائل دینیہ پر بحث کرتے تھے کیا یہ بے ادبی تھی ؟ اگر نہیں تو واقعہ قرطاس میں جو آواز بلند ہوئی وہ بے ادبی کیسے ہوگئی ؟ اور یہ تو حدیث قرطاس کے الفاظ سے بالکل صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ حضور کی آواز پر حاضرین مجلس میں سے کسی نے آواز بلند نہیں کی اور نہ کسی نے حضور کو مخاطب بنایا۔ حضور تو خاموش تھے البتہ حاضرین اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے اور اختلاف کی وجہ سے آوازیں بلند ہوگئی تھیں مگر یہ رفع صوت وہ نہ تھا جس کی قرآن نے ممانعت کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحضور نبوی آپس میں جھگڑ پڑنا مناسب نہ تھا یعنی ترک اولی تھا۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے چنانچہ **لا ینبغی** کا لفظ بھی یہ ہی ظاہر کر رہا ہے۔

اعتراض ہفتم : حضرت عمر کے جھگڑا کرنے کو حضور نے ناپسند فرمایا جبھی تو فرمایا **قوموا عنّی** ؟

جواب : شیعوں کی شرافت دیکھئے کہ قصہ قرطاس میں صرف حضرت عمر کا نام لیتے ہیں اور باقی حاضرین مجلس کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کا نام نہ لیا گیا تو حضرت علی پر بھی وہی اعتراض پڑے گا اس لئے وہ عوام کو فریب دینے

کے لئے ہر جگہ اور ہر طعن کے موقع پر صرف حضرت عمر کا نام لیتے ہیں تاکہ عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ واقعہ قرطاس کا تعلق تو صرف حضرت عمر سے ہے مگر حضرت عمر پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ حدیث قرطاس کے الفاظ حضرت عمر پر کسی الزام کو قائم ہی نہیں ہونے دیتے۔

۱۔ شیعہ سنی دونوں کو تسلیم ہے کہ حاضرین مجلس میں حضرت عمر بھی تھے اور حضرت علی بھی تھے چنانچہ واقعہ قرطاس میں یہ لفظ موجود ہے فَتَنَازَعُوا وہ آپس میں جھگڑ پڑے۔ جس سے ظاہر ہے کہ حاضرین مجلس آپس میں جھگڑے۔ اسی طرح قوموا عنی کا صیغہ بھی جمع کا ہے جس کے مخاطب بھی تمام حاضرین مجلس ہیں لہذا جو الزام بھی حضرت عمر پر قائم کیا جائے گا وہ تمام حاضرین پر آئے گا جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوں گے۔

یہ تو ہے الزامی جواب۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور کا قوموا عنی فرمانا۔ یا تو از راہ نصیحت تھا جس کی تائید لا ینبغی کا لفظ بھی کر رہا ہے۔ یا رفع تکرار صحابہ کے لئے تھا۔ یا بسبب علالت طبع کے تھا جو کسی کے حق میں بھی محل طعن نہیں بن سکتا۔ اگر اس کو محل طعن بنایا جائے گا تو حضرت علی بھی نہیں بچیں گے۔ **ثانیاً** واقعہ قرطاس کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے رفع اصوات کے موقع پر دعونی فرمایا یعنی مجھے چھوڑ دو (کیونکہ اب میں نے کتابت تحریر کا ارادہ ترک فرما دیا ہے) اسی طرح ذرونی اور قوموا عنی کا لفظ بھی آیا ہے۔ لہذا حسب قاعدہ یہاں قوموا عنی کے معنیٰ دعونی کے لئے جائیں گے۔ اور قیام کا ترک کے معنیٰ میں آنا اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ **فافہم**۔

اعتراض ہشتم : ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے ہیں۔ لہذا حضور جو امور لکھوانا چاہتے تھے وہ ضروریات دین سے شمار ہونے چاہیئے؟ ۲۶۰

جواب : یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو امور حضور لکھوانا چاہتے تھے وہ دین کے ایسے بنیادی احکام نہ تھے جن کے بغیر دین ناقص یا نامکمل رہ جاتا۔ تو اس سے لن تضلوا کے معنیٰ بھی متعین ہو گئے کہ یہاں ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے نہیں ہیں۔ یعنی حضور کا یہ فرمانا کہ "لاؤ تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے"۔ اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ جو امور آپ لکھوانا چاہتے تھے وہ دین کے ایسے بنیادی احکام اور عقائد تھے کہ جس پر امت کی ہدایت یا گمراہی موقوف تھی۔ حضور کے ارشاد کا یہ مطلب لینا آیت قرآنی کی صریح تکذیب ہے کیونکہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نے تو دین کی تکمیل و اتمام کا اعلان واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل کر دیا تھا۔ اور امت کی ہدایت و گمراہی کے جس قدر امور تھے وہ سب بیان ہو چکے تھے لہذا دین کی تکمیل و اتمام کے بعد حضور کے ارشاد کا یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امور آپ لکھوانا چاہتے تھے اس پر امت کی ہدایت یا گمراہی موقوف تھی۔ لہذا ضلال کے معنیٰ یہاں دین میں گمراہی کے نہیں ہو سکتے۔ خود لفظ ضلال قرآن پاک میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ہر مقام پر سیاق و سباق اور دلائل شرعیہ کو سامنے رکھ کر معنیٰ متعین کئے جاتے ہیں۔ لہذا یہاں بھی ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ برادران یوسف نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق کہا : ان ابانا لفی ضلال مبین ہمارا باپ صریح ضلال میں ہے۔ ظاہر ہے کہ برادران یوسف کافر نہ تھے جو اپنے والد مکرم کو دین میں گمراہ قرار دیتے۔ ان کا اس جملہ سے مطلب یہ تھا کہ یوسف و بنیامین سے حضرت یعقوب بہت محبت کرتے ہیں حالانکہ ہم یوسف سے زیادہ طاقتور اور قابل ہیں تو یہ ہمارے والد کی بے تدبیری ہے کہ وہ ہم سے زیادہ یوسف کو چاہتے ہیں غرضکہ اس آیت میں ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے نہیں بلکہ سوء تدبیر کے ہیں تو اسی طرح مذکورہ بالا دلائل شرعیہ کی بنا پر یہاں بھی ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے نہیں لئے جائیں گے۔